قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۳

ربیع الاول: ۱۴۴۴ھ - اکتوبر: ۲۰۲۲ء

قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر/مُدیر مسئول

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر

مولانا سید احمد یوسف بنوری

مُدیر معاون

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم

مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات''، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن

کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465

فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر

عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816

مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: 92-21-34919531 +

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

سیلاب زدگان کی خوفناک صورت حال!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ
خدائی تخلیق میں تبدیلی.... عذابِ الٰہی کا سبب!	۷	

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۱۲	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
ملک پاکستان کی قدر کریں، کفار کے ممالک میں نہ جائیں!	۱۵	مولانا شیخ موسیٰ عراقی
توہّم پرستی کی حقیقت اور اَقسام .... تعارف و احکام	۲۳	مفتی محمد راشد ڈَسکوی
ڈیجیٹل ڈیوائس اور ایپلی کیشن.... دینی و سماجی نقصانات	۳۲	جناب جواد عبد المتین
معاشرہ میں احسان و ایثار کا اُسوۂ رسولِ اکرم (ﷺ)	۳۷	مولوی محمد طیب حنیف
کرپٹو کرنسی، این ایف ٹی اور بلاک چین تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری (قسط:۱)	۴۷	جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

یادِ رفتگان

شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسمؒ کی رحلت	۶۰	محمد اعجاز مصطفیٰ
مولانا قاری شیرِ خدا کے والد صاحبؒ کا انتقال	۶۱	

دار الافتاء

بارہ ربیع الاول میں خیرات اور محفلِ نعت منعقد کرانے کی شرعی حیثیت	۶۲	ادارہ

سیلاب زدگان کی خوفناک صورت حال!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی

گزشتہ جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۲۲ء میں پاکستان کی تاریخ کا شدید ترین سیلاب آیا، جس سے تین کروڑ سے زائد لوگ متاثر ہوئے، چشم زدن میں شہروں کے شہر اور بستیوں کی بستیاں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ پندرہ سو کے قریب لوگ زندگیاں ہار گئے۔ آٹھ لاکھ سے زائد جانور سیلاب میں ڈوب گئے۔ گیارہ لاکھ سے زائد مکانات سیلاب کی وجہ سے گر چکے ہیں اور اتنی ہی مقدار میں پانی رکنے کی وجہ سے خستہ حال ہو چکے ہیں۔ بتلایا جا رہا ہے کہ صوبہ سندھ میں چودہ لاکھ ایکڑ، جنوبی پنجاب میں نو لاکھ ایکڑ اور بلوچستان میں دو لاکھ ایکڑ سے زائد کھڑی فصلیں اور سبزیاں وغیرہ خراب ہو چکی ہیں۔ محکمۂ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق صرف جنوبی پنجاب کے سیلاب زدہ علاقوں میں ایک لاکھ چالیس ہزار سے زائد افراد مختلف وبائی امراض کا شکار ہو چکے ہیں، جبکہ سندھ، بلوچستان اور کے پی کے، کے سیلابی علاقوں کی صورت حال اس سے بھی بدتر ہے۔

پاکستان کی اس خوفناک سیلابی صورت حال کو قریب سے دیکھنے کے لیے اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرس پاکستان آئے، جنوبی پنجاب، بلوچستان اور سندھ کی سیلابی صورت حال کا فضائی جائزہ لیا اور لاڑکانہ میں سیلاب سے متاثرہ لوگوں سے بھی ملے اور بات چیت کی۔ انہوں نے جمعہ کو نیشنل فلڈ رسپانس کوآرڈینیشن سنٹر (این ایف آر سی سی) کے دورہ کے موقع پر وزیر اعظم پاکستان میاں شہباز شریف کے ہمراہ

مشترکہ پریس ٹاک کرتے ہوئے کہا کہ: دنیا آگے آئے اور پاکستان کی مدد کرے، اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرس نے قرضوں کی واپسی میں پاکستان کی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ: سیلاب سے پاکستان کا ابتدائی نقصان ۳۰/ارب ڈالر ہوگیا اور یہ مسلسل بڑھ رہا ہے، یہ یکجہتی کا نہیں' انصاف کا تقاضا ہے۔ عالمی برادری اپنی ذمہ داری پوری کرے، خاص طور پر وہ ممالک جنہوں نے درجۂ حرارت بڑھا کر زمین کو نقصان پہنچایا، ہم نے فطرت کے خلاف جنگ کی، فطرت نے تباہ کن انداز میں ہم پر پلٹ کر وار کیا، لیکن زیادہ نقصان اسے پہنچا جس کا قصور نہیں۔ آج جہاں پاکستان ہے کل وہاں آپ کا ملک بھی ہوسکتا ہے، ہمیں اسے فوری روکنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اس وقت بہت بڑے قدرتی المیے کا سامنا ہے، انہوں نے اس قدر بڑے حجم کی قدرتی آفت نہیں دیکھی۔ پاکستان کو اس بڑی قدرتی آفت سے نمٹنے کے لیے بڑے وسائل درکار ہوں گے، سیلاب متاثرین کی امداد کے ساتھ ساتھ پاکستان کے معاشی استحکام سمیت ان بڑے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے قرضوں کی شکل میں بھی مدد کی ضرورت ہے۔ (ہفتہ، ۱۳/صفرالمظفر ۱۴۴۴ھ، ۱۰/ستمبر ۲۰۲۲ء، روزنامہ جنگ، کراچی)

وزیراعظم میاں شہباز شریف صاحب نے بھی اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۷۷ ویں اجلاس سے خطاب میں کہا کہ: آج جب میں اپنے ملک پاکستان کا احوال سنانے کے لیے یہاں کھڑا ہوں، لیکن میرا دل و دماغ اس وقت بھی میرے ملک میں ہے، ہم جس صدمے سے گزر رہے ہیں، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ میں موسمیاتی آفت سے آنے والی تباہی کے بارے میں دنیا کو اصل حقائق سے آگاہ کرنے یہاں آیا ہوں، جس سے میرے ملک کا ایک تہائی حصہ زیرِ آب آ گیا ہے۔ وزیراعظم نے کہا کہ: ۴۰ دن اور ۴۰ راتوں تک ایک تباہ کن سیلاب ہم پر مسلط رہا، جس نے صدیوں کا موسمیاتی ریکارڈ توڑ دیا ہے، آج بھی ملک کا بڑا حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے، خواتین اور بچوں سمیت ۳۳/ملین افراد اب صحت کے خطرات سے دوچار ہیں، جن میں ساڑھے ۶/لاکھ حاملہ خواتین شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ: سیلاب کے باعث ۱۵۰۰ سے زائد لوگ جاں بحق ہو چکے ہیں، جن میں ۴۰۰ سے زیادہ بچے بھی شامل ہیں، بہت سے بیماری اور غذائی قلت کے خطرے میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سیلاب کی وجہ سے لوگوں کو جانی نقصان اُٹھانا پڑا، ۳۷۰/ پل تباہ، ۱۰/لاکھ مویشی ہلاک ہوئے۔ وزیراعظم نے کہا کہ ابتدائی تخمینے بتاتے ہیں کہ سیلاب کے باعث ۱۳/ ہزار کلومیٹر سے زیادہ سڑکوں کو نقصان پہنچا ہے، چار ملین ایکڑ فصلیں بہہ گئیں، لاکھوں بے گھر افراد اب بھی اپنے خاندانوں، مستقبل اور ان کے ذریعۂ معاش کو پہنچنے والے نقصانات کے ساتھ اپنے خیمے لگانے کے لیے خشک زمین کی تلاش میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے پاکستان متاثر ہو رہا ہے، پاکستان میں اس طرح کی قدرتی آفت کو نہیں دیکھا، ہمیں پہلے بڑھتے ہوئے درجۂ حرارت اور اب سیلاب کا سامنا ہے، حالانکہ دنیا میں جو کاربن فضا میں بھیجی جارہی ہے، پاکستان کا اس میں ایک فیصد سے بھی کم ہے، ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے اس کی وجہ ہم نہیں ہیں۔

وزیراعظم نے کہا کہ: پاکستان نے گلوبل وارمنگ کے اثرات کی اس سے بڑی اور تباہ کن مثال کبھی نہیں دیکھی، جہاں زندگی ہمیشہ کے لیے بدل گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس آفت کے دوران میں نے اپنے تباہ حال ملک کے ہر کونے کا دورہ کیا اور وقت گزارا، پاکستان میں لوگ پوچھتے ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ ناقابلِ تردید اور تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آفت ہماری وجہ سے نہیں آئی، بلکہ ہمارے گلیشیئر تیزی سے پگھل رہے ہیں، جنگلات جل رہے ہیں اور گرمی کی لہر ۵۳ ڈگری سینٹی گریڈ سے تجاوز کر چکی ہے، جو اُسے کرۂ ارض کا گرم ترین مقام بنا رہی ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ ہم تباہ کن مون سون سے گزر رہے ہیں، جیسا کہ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے اسے انتہائی مناسب طریقے سے بیان کیا ہے، ایک بات بہت واضح ہے کہ جو کچھ پاکستان میں رونما ہوا ہے، وہ پاکستان تک محدود نہیں رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ اپنی قوم کی طرف سے مشکل وقت میں مدد کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کا پاکستان کے دورے پر شکرگزار ہوں، سیکرٹری جنرل نے اپنی آنکھوں سے سیلاب متاثرین کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ترقیاتی فنڈ کا حصہ بھی ریسکیو اور ریلیف کے کاموں پر خرچ کر رہے ہیں، سیلاب متاثرین میں ۷۰/ارب کی رقم تقسیم کی گئی۔''

بہرحال پاکستانی قوم اس وقت سیلاب کی تباہ کاریوں سے نبرد آزما ہے۔ پاکستانی قوم نے اس مشکل وقت میں جس طرح جذبۂ ایثار، ہمدردی اور تعاون وتناصر کا مظاہرہ کیا، اس کی مثال دنیا بھر میں کم ملے گی۔ خصوصاً دین دار مسلمان، اہلِ ثروت، اربابِ مدارس، دینی طلبہ اور علماء نے دینی بھائیوں کی مدد کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ میڈیا نے بھی برملا اعتراف کیا کہ پاکستان کی دینی تنظیموں، دین دار طبقہ، علماء اور اربابِ مدارس نے اس موقع پر بے مثال قربانی اور خدمت وتعاون کے جذبے کا ثبوت دیا۔

دوسرے مدارس کے علاوہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن جس کی دینی، علمی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات کے علاوہ سماجی اور رفاہی خدمات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، اس موقع پر بھی جامعہ کے رئیس اور نائب رئیس کے حکم اور سرپرستی سے جامعہ کے فضلاء، طلبہ اور جواں سال، جواں ہمت اساتذہ نے بے مثال خدمات انجام دیں اور اپنے متاثرہ بھائیوں کی خدمت میں براہِ راست پہنچ کر ان کی ہر طرح مدد کی۔ نقد، غذائی اجناس، لباس وخوراک وغیرہ سے ہر ممکن مدد کی کوشش کی، دور دراز علاقوں کا دورہ کیا، اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوئے اور جذبۂ نصح وخیرخواہی کی مثالی تاریخ رقم کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مساعیِ حسنہ کو قبول فرمائے، سیلاب سے متاثرہ بھائیوں کی مدد ونصرت فرمائے، ہمارے ملک کو ہر قسم کی آفات، بلیات، آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ فرمائے، اور ہمارے اس ملک پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت فرمائے، دین دشمنوں اور ملک دشمنوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے، اگر ان کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے تو ان کو تباہ وبرباد کرے اور عبرت کا نشان بنائے، آمین یارب العالمین!

خدائی تخلیق میں تبدیلی

عذابِ الٰہی کا سبب!

ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال دیا تو اس نے کہا:

❶ -''...... لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۔'' (النساء:۱۱۸،۱۱۹)

ترجمہ: ''میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ (اطاعت کا) لوں گا، اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو ہوسیں دلاؤں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس میں وہ چوپایوں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے اور جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بناوے گا، وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا۔''

❷ -''فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۔'' (الروم:۳۰)

ترجمہ: ''اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو، جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے، بدلنا نہ چاہیے۔''

❸ -قومِ لوطؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاۗءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ .... وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۔'' (الاعراف:۸۰-۸۳)

ترجمہ: ''اور (ہم نے) لوط (علیہ السلام) کو (بھیجا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ: تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہاں والوں میں سے نہیں کیا۔ (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم حدِ (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو۔ .... اور ہم نے ان پر ایک (نئی طرح کا) مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کا تھا) سو دیکھو تو

سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟۔''

❹ -''فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۔ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۔'' (ھود:۸۲،۸۳)

ترجمہ:''سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لیے) آ پہنچا تو ہم نے اس زمین (کو اُلٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا شروع کیے جو لگا تار گر رہے تھے، جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں (قومِ لوط علیہ السلام کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

① -''كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ.'' (مسند احمد:۹۱۰۲)

یعنی''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''

② -''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ.'' (سنن ترمذی:۱۴۵۷)

یعنی''مجھے اپنی اُمت کی بربادی کا جس چیز سے زیادہ خوف ہے، وہ قومِ لوط کا عمل ہے۔''

③ -''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.''

(بخاری:۵۵۴۶، دار ابن کثیر، دمشق)

یعنی''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی وضع اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی وضع اختیار کرتی ہیں۔''

④ -''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ.'' (بخاری:۵۵۴۷، دار ابن کثیر، دمشق)

یعنی''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کی وضع اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی وضع اختیار کرتی ہیں، اور فرمایا: انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔''

⑤ -''... أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيْ أُمِّ سَلَمَةَ: يَا عَبْدَ اللهِ! إِنْ فُتِحَ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفُ، فَإِنِّيْ أَدُلُّكَ عَلٰى بِنْتِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ.'' (بخاری:۵۵۴۸، دار ابن کثیر)
''ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف رکھتے تھے، گھر میں ایک مغیث نامی مخنث بھی تھا۔ اس مخنث (ہیجڑے) نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کل اللہ نے تمہیں طائف پر فتح عنایت فرمائی تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھلاؤں گا، کیونکہ وہ سامنے آتی ہے تو (موٹاپے کی وجہ سے) اس کی چار شکنیں پڑ جاتی ہیں اور جب پیچھے پھرتی ہے تو آٹھ ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا کہ: یہ (مخنث) تمہارے پاس اب نہ آیا کرے۔''

⑥ -''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.''
(مسند احمد:۳۱۵۱، ط: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

یعنی ''اللہ تعالیٰ نے زنانہ صورت اختیار کرنے والے مردوں اور مردانہ صورت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

⑦ -''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَا بَالُ هٰذَا؟ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهٖ، فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيْعِ.'' (سنن ابی داؤد:۴۹۲۸)

یعنی ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مخنث لایا گیا، جس کے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا: یہ عورتوں سے مشابہت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے نکالنے کا حکم دیا۔''

یہ تمام آیات اور احادیث اس لیے نقل کیں، تاکہ معلوم ہو کہ اللہ کی تخلیق اور فطرت کو تبدیل کرنے والوں کے بارہ میں دینِ اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے۔

ٹرانس جینڈر بل کیا ہے؟ اس کے محرکین کون تھے؟ کب پاس کیا گیا؟ اس کے رولز کیا ہیں؟ اور کب بنائے گئے؟ اب اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

۲۰۱۸ء میں مسلم لیگ (ن) کی حکومت کے آخری دنوں میں خواجہ سرا کے حقوق کی آڑ میں چار اراکینِ سینٹ نے -جن کا تعلق پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ق)، مسلم لیگ (ن) اور پی ٹی آئی سے تھا- اس بل کو پیش کیا، اور ۷؍ مارچ ۲۰۱۸ء کو سینیٹ سے یہ بل پاس ہوا، اور اپریل ۲۰۱۸ء میں قومی اسمبلی کے آخری سیشن سے اسے منظور کرایا گیا، جبکہ اس وقت جمعیت علماء اسلام کی رکن محترمہ نعیمہ کشور صاحبہ اور جماعت

اسلامی کی خاتون ممبر محترمہ عائشہ صاحبہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اسے قائمہ کمیٹی میں بھیجا جائے اور جلد بازی میں قرآن وسنت سے بغاوت کے مرتکب اس بل کو پاس نہ کیا جائے، لیکن اُن کی ایک نہ سنی گئی۔ یہ بل بھی عام بلوں کی طرح حقوق کے تحفظ کے نام پر پیش کیا گیا، لیکن اس کے پیچھے ایک عالمی تنظیم کا ایجنڈہ تھا۔ اس بل کی حمایت اور فضا ہموار کرنے کے لیے ایک مبہم سا سوال نامہ بنا کر ''تنظیم اتحادِ امت'' پاکستان کے زیرِ انتظام بعض علماء سے یہ فتویٰ بھی حاصل کیا گیا کہ: ایسے خواجہ سراؤں کے ساتھ کہ جن میں مردانہ علامات پائی جاتی ہیں، عام عورتیں اور ایسے خواجہ سراؤں کے ساتھ جن میں نسوانی علامات پائی جاتی ہیں، عام مرد نکاح کر سکتے ہیں، اور ایسے خواجہ سرا کہ جن میں مرد وزن دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں، انہیں خنثیٰ مشکل کہا جاتا ہے، ان کے ساتھ کسی مرد وزن کا نکاح جائز نہیں۔''

اس فتویٰ کو اس تنظیم نے بعض عالمی ذرائع ابلاغ پر اپنی فتح سے تعبیر کیا اور کہا: مسلم علماء نے ماورائے صنف افراد کے حقوق تسلیم کر لیے ہیں۔''

لندن کے معروف اخبار دی ٹیلی گراف نے لکھا: پاکستان میں ماورائے صنف افراد کا اب تک آپس میں شادی کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ وہاں عملِ قوم لوطؑ کے مرتکب افراد کو باہم شادی پر عمر قید کی سزا دی جاتی ہے۔

ٹرانس جینڈر کا مطلب ہے: ''وہ افراد جو پیدائشی طور پر جنسی اعضاء یا علامات کے اعتبار سے مرد یا عورت کی مکمل صفات رکھتے ہیں، مگر بعد میں کسی مرحلے پر مرد اپنے آپ کو عورت اور عورت اپنے آپ کو مرد بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔'' بہر حال جب اس قانون کے مندرجات، رولز اور قواعد وضوابط بنائے گئے تو اس قانون کی رو سے جنس کے تعین کا اختیار فرد کی ذاتی صوابدید اور رجحان کو قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ جنس میں تبدیلی کی بنیاد کوئی میڈیکل رپورٹ نہیں ہوگی، یعنی ایک مرد اپنی رائے سے کسی بھی وقت خود کو عورت یا عورت خود کو مرد قرار دے سکتی ہے اور تمام اداروں/محکموں کو اس کے ذاتی فیصلے کو ماننا لازم ہوگا۔ جب فردِ حقیقی جنسی اعضاء کے برعکس اپنی پسند سے غیر حقیقی جنس کے تعین کرنے کا قانونی بیان دے دے گا تو تمام قانونی دستاویزات بشمول نادرا، پاسپورٹ اور لائسنس وغیرہ میں اس کی پسند کردہ جنس کے مطابق تبدیلی لائی جائے گی۔ یہ محض خدشات نہیں، بلکہ سینیٹ کو بتائے گئے جواب کے مطابق ۲۰۱۸ء کے بعد سے تین برسوں میں نادرا کو جنس تبدیلی کی تقریباً ۲۹ ہزار درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے ۱۶۵۳۰/ مردوں نے اپنی جنس عورت میں تبدیل کروائی، جبکہ ۱۵۱۵۴/ عورتوں نے اپنی جنس مرد میں تبدیل کروائی۔ خواجہ سراؤں کی مجموعی طور پر صرف ۳۰/ درخواستیں موصول ہوئیں، جن میں سے ۲۱/ نے مرد کے طور پر اور ۹/ نے عورت کے طور پر اندراج کی درخواست کی۔

قانونی دستاویزات میں حقیقی جنس کے برعکس اپنی پسند کے مطابق اختیار کردہ غیر حقیقی جنس کے

اندراج کے بعد اسی کے مطابق اس فرد کا وراثت میں حصہ قرار پائے گا، یعنی وراثت میں حصہ بڑھوانے کے لیے کوئی بھی عورت بعد از اں مرد کی حیثیت سے رجسٹرڈ ہوکر اپنا وراثتی حصہ بڑھوا سکتی ہے۔ یہ چیز ایک طرف قرآن وسنت کے قانونِ وراثت کی شدید خلاف ورزی ہوگی تو دوسری جانب خاندان میں لڑائیوں کی صورت میں خاندانی نظام کی تباہی کا باعث بنے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے عمل اور ہم جنس پرستی کے انتہائی قبیح فعل کو فروغ دینے کا ذریعہ ہوگا۔ نیز یہ بل مذکورہ قبیح فعل کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کا باعث بھی بنے گا، مثلاً دو مردوں میں سے ایک خود کو خاتون کی حیثیت سے رجسٹر کرواکر دوسرے مرد سے یا دو خواتین میں سے ایک خاتون خود کو مرد کی حیثیت سے رجسٹر کرواکر دوسری عورت سے شادی کرنے کی اہل ہوگی اور قانون اس کھلی بے حیائی اور شریعت کی خلاف ورزی کے سامنے بے بس ہوگا۔ مذہبی مقامات، مساجد، جیلوں اور تعلیمی اداروں وغیرہ میں جنس کی بنیاد پر مخصوص مراعات وسہولیات استعمال کرنے، واش رومز سمیت مخصوص مقامات پر آنے جانے اور ہاسٹلز میں رہنے وغیرہ کا حق حاصل ہوگا، اب سرکاری کاغذات میں جنس کی زبانی تبدیلی کے بعد کوئی بھی مرد خاتون بن کر یا خاتون مرد بن کر ان سہولیات کے حق دار ہوں گے، جو کہ صرف مخصوص جنس کا ہی حق ہیں، اس بل سے معاشرتی تلخیاں، جنسی زیادتی اور کئی مسائل پیدا ہوں گے۔ تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام نے اس بل کے خلاف رائے دی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس بل کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے منافی قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے جناب سینیٹر مشتاق احمد خان صاحب کو کہ انہوں نے اس قانون کی خامیوں کا ادراک کرتے ہوئے اس میں ترامیم ایوان میں جمع کروادی ہیں۔ ان کی طرف سے پیش کردہ ترمیم اس تبدیلی کو میڈیکل ٹیسٹ کے ساتھ مشروط کرتی ہے۔ مرد سرجن، لیڈی سرجن اور ماہرِ نفسیات پر مشتمل بورڈ یہ فیصلہ کرے کہ درخواست گزار مخنث ہے یا نہیں؟ اور اس کا اندراج کس طرف ہونا چاہیے؟ برطانیہ میں بھی ۲۰۰۴ء میں جنسی تعین کے ایکٹ میں طبی معائنے اور طبی سرٹیفکیٹ کو لازمی قرار دیا گیا، جبکہ پاکستان ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء میں کسی بھی میڈیکل بورڈ کی رائے کے بغیر اپنی صوابدید پر مرد سے عورت یا عورت سے مرد بننے اور تبدیلیِ جنس کا آپریشن کروانے کی کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ اس کے نقصانات واضح ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ملتان میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے فرمایا کہ: جمعیت علماء اسلام نے سینیٹ میں ''ٹرانس جینڈر ایکٹ'' کے نام سے ترمیمی بل جمع کردیا ہے۔ اس ترمیمی بل میں کئی دفعات کو حذف کردیا گیا ہے، جبکہ ۱۶/دفعات میں ترامیم تجویز کی گئی ہیں، اس بل کے پاس ہونے سے ''ٹرانس جینڈر ایکٹ'' ختم ہوجائے گا اور اس کی جگہ ''انٹرسیکس'' یعنی (خنثیٰ مشکل) ایکٹ معرضِ وجود میں آجائے گا، جو کہ مکمل طور پر قرآن وسنت کے مطابق ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی جمعیت علماء

اسلام نے وفاقی شرعی عدالت میں ٹرانس جینڈر ایکٹ کو قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کو کالعدم قرار دینے کے لیے رٹ پٹیشن دائر کردی۔

ملی یک جہتی کونسل -جس کا راقم الحروف عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی جانب سے رکن ہے- نے بھی کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے اس بل کو فطرت اور قرآن وسنت کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا ہے، جیسا کہ درج ذیل خبر میں رپورٹ کیا گیا:

’’کراچی (اسٹاف رپورٹر) ملی یکجہتی کونسل نے ٹرانس جینڈر بل کو مسترد کرتے ہوئے اسے قرآن وسنت سے متصادم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بل موجودہ شکل میں قانونِ فطرت سے بہت بڑی بغاوت ہے، پاکستان کے غیور مسلمان ہرگز ایسے کسی قانون کو برداشت نہیں کریں گے۔ آئینِ پاکستان کے آرٹیکل ۲۲۸ کے مطابق پاکستان میں کوئی غیر اسلامی وغیر شرعی قانون نافذ نہیں کیا جاسکتا، جن ارکانِ اسمبلی نے بلاتحقیق اس قانون کی حمایت کی وہ دین کے باغی ہیں۔ تمام علماء اور باشعور افراد اس متنازع قانون کو نہ صرف شریعت سے متصادم بلکہ ہم جنس پرستی جیسے حرام کام اور گناہ کے فروغ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات، جمعیت علماء اسلام کے ترمیمی بل اور سینیٹر مشتاق احمد خان کی جانب سے جمع کی گئی ترامیم اور پوری قوم کے مطالبے کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس قانون کو رد کیا جائے اور پاکستانی قوم کو اضطراب سے بچایا جائے۔ ان خیالات کا اظہار ملی یکجہتی کونسل سندھ کے صدر اسد اللہ بھٹو، جنرل سیکریٹری علامہ قاضی احمد نورانی، جماعتِ اسلامی سندھ کے امیر محمد حسین محنتی، مفتی اعجاز مصطفیٰ، علامہ سید رضی حیدر زیدی، علامہ ساجد جعفری نے کراچی پریس کلب میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر عمران احمد سلفی، علامہ عقیل انجم قادری، مسلم پرویز، ممتاز رضا سیال اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ ٹرانس جینڈر بل پاکستان کی تمام مذہبی جماعتوں اور باشعور افراد نے مسترد کیا ہے۔ اگر اس قانون کو موجودہ شکل میں نافذ کیا گیا تو وہ خرابیاں جنم لیں گی جن کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خواجہ سراؤں کے حقوق کا تحفظ کریں گے، لیکن کسی کو خلافِ شریعت وآئین قانون سازی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔‘‘ (۳۰؍ستمبر ۲۰۲۲ء، بروز جمعۃ المبارک، روزنامہ امت، کراچی)

ہماری تمام اراکینِ پارلیمنٹ سے درخواست ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں موجود دینی ومذہبی حضرات کی اس بل میں پیش کردہ ترامیم منظور کرانے میں ساتھ دیں، تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بغاوت اور عذابِ الٰہی سے بچ سکیں۔ اگر ساتھ نہ دیا تو بعید نہیں کہ عوام اگلے الیکشن میں ان اراکین کی راہ روکیں اور ان کے لیے منتخب ہونا یا عوامی حلقوں میں جانا محال کردیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَآ أُولِی الْأَبْصَارِ۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علٰی آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مکتوب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوم الأربعاء ٢٨ ذوالقعدة ١٣٨٧ھ

إلی العزیز المحترم مولانا البنوري حفظه الله!

السلام علیکم ورحمة الله

وبعد: فقد وصل خطابکم الکریم قبل الأمس مشتملاً ببشارة إرادة زیارة بیت الله الحرام، ففرحتُ به، وها أنا مُرسلٌ " أصول الجصّاص الرازي"، ونسختَین من الجزء الثاني من "کتاب الحجة علی أهل المدینة"، إحداهما لسیادتکم، والثانیة للمجمع العلمي، بید الولد عبد القدوس الحیدر آبادي. فأرجو الله تعالی أن تکونوا بخیر، وأن تراجعوا بعد الزیارة بخیر وعافیة، متّع الله المسلمین بطول حیاتکم. ولم تفیدوني بوصول الجزء الأول من 'کتاب الأصل" للإمام محمد، وأرسلتُه في شهر شوال المکرّم، والآن أشرع في الجزء الثاني منه أیضاً، وشرعنا في الجزء الثاني من "کتاب الآثار" للإمام محمد أیضاً، والرجاء منکم الدعاء لإتمامه. هٰذا واقبلوا في الآخر أعطر تحیاتي، ودُمتُم بالخیر.

أبو الوفا

ترجمہ:

بروز بدھ ۲۸ / ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

عزیزِ محترم مولانا بنوری حفظه الله!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد سلام عرض ہے کہ آپ کا مکتوبِ کریمانہ پرسوں موصول ہوا، جو زیارتِ بیت اللہ الحرام کے ارادے سے متعلق خوش خبری پر مشتمل تھا، مجھے اس خبر سے خوشی ہوئی۔ ''اصولِ جصاص رازی'' اور ''كتاب الحجة علیٰ أهل المدينة'' کے دوسرے حصے کے دو نسخے برخوردار عزیز عبدالقدوس حیدر آبادی کے ہاتھ ارسال کر رہا ہوں، ایک نسخہ آنجناب کے لیے اور دوسرا مجمع علمی (مجلسِ علمی) کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے، اور زیارتِ بیت اللہ کے بعد بخیر وعافیت لوٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی طویل حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ امام محمدؒ کی ''كتاب الأصل'' کا پہلا حصہ موصول ہونے کے متعلق آپ نے اطلاع نہیں دی، میں ماہِ شوال المکرم میں یہ کتاب بھیج چکا ہوں، اور اب اس کا دوسرا حصہ شروع کر رہا ہوں۔ امام محمدؒ ہی کی ''كتاب الآثار'' کا دوسرا حصہ بھی ہم نے شروع کرلیا ہے، آنجناب سے اُمید ہے کہ اس کی تکمیل کے لیے دعا کریں گے۔ آخر میں میرا پاکیزہ سلام قبول کیجیے، ہمیشہ بخیریت رہیے۔

ابوالوفا

ازجلال کوچہ ۴۶۵، حیدر آباد دکن (ہند)

چہارشنبہ، ۸/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

عزیزِ محترم دام عُلاہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ ملا، جس سے تعجب ہوا، کیا آپ نے کتاب اس لیے منگوائی تھی کہ وہ فروخت ہو اور اس کی قیمت افریقہ سے آئے؟ میں جانتا ہوں کہ اس کی طباعت میں بہت مشکلات ہیں۔ جب تک اس کے تمام حصوں کے عکوس نہ آجائیں، اس وقت تک اس کی تصحیح ناممکن ہے، اور آج کل حالات کی وجہ سے عکس لینا ناممکن ہے مصر میں۔ براہِ کرم کتاب واپس کردی جائے، ہمیں تحقیقاتِ علمیہ میں اس کی سخت ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ ''معارف السنن'' کی ۴ جلدیں یہاں آئی ہیں، باقی مزید ارسال کردی جائیں، اگر ممکن ہے۔

مفتی (مہدی حسن شاہ جہان پوری) صاحب کی ''السیف المجلّی'' کے چار حصے طبع ہو گئے ہیں۔ ''أخبار أبي حنيفة وأصحابه للإمام أبي عبدالله الصميري'' اور ''عقود الجُمان للإمام العلامة محمد يوسف الصالحي البرقوقي'' ہمارے پاس دونوں طبع ہوگئی ہیں، سلائی اور قیمت مقرر نہیں ہوئی۔ ''کتاب الآثار'' (جزءِ ثانی) کی طباعت جاری ہے، دو سو صفحات طبع ہو چکے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اسے بعافیت پورا کردے، بدن نے جواب دے دیا ہے۔ مولانا عبدالرشید (نعمانی) صاحب کن اشغال میں ہیں؟ ان کا پتہ لکھیے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زندگی میں ایک دفعہ ملاقات کرادے، وما ذلك على الله بعزيز. بظاہر کوئی صورت نہیں، چلنا پھرنا مشکل ہو رہا:

سَئِمْتُ تَكَالِيْفَ الْحَيَاةِ وَ مَنْ يَعِشْ
ثَمَانِيْنَ حَوْلاً لَا أَبَا لَكَ يَسْأَمِ

''میں زندگی کی تکلیفوں سے اُکتا گیا ہوں، اور جو اسی برس تک زندہ رہے، وہ اُکتا ہی جاتا ہے۔''

والسلام ودُمتُم بالخير والعافية. ابوالوفا

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ملک پاکستان کی قدر کریں!

کفار کے ممالک میں نہ جائیں!

مولانا شیخ موسیٰ عراقی
استاذ مدرسہ ابن عباسؓ، کراچی

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشادفرماتے ہیں: ''فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔'' ایک اور جگہ فرمایا کہ: ''فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔'' قتل بدن پر ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟! انسان کو موت آجائے گی! مٹی کے نیچے چلا جائے گا! اور اگر شہید ہوا ہے تو اس کا رتبہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہے، لیکن جو بندہ خدانخواستہ مفتون ہو گیا، فتنہ میں مبتلا ہو گیا اور جو وقت وہ گزار رہا ہے، نیکیاں ملنے کے بجائے گناہ اور برائیوں کی طرف جارہا ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا ایک طریقہ ہے کہ قتل وغارت کے بجائے (پہلے زیادہ قتل وغارت کرتے تھے، اب بھی کرتے ہیں، لیکن) اب ان کا زیادہ رجحان مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ہے، کوشش کرکے فتنہ میں ڈال کر اس کی دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔

کفار کے ممالک میں جا کر اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں

آج کل جو ایک فتنہ مسلمانوں میں بہت پھیلا ہوا ہے، حد سے زیادہ اور ہماری سوچ سے بھی زیادہ، وہ یہ ہے کے کفار کے ممالک کی طرف ہجرت کرنا، سفر کرنا اور ادھر ہی اقامت کرنا۔

قرآن کریم میں ہے:

''وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ '' (البقرۃ:۱۲۰)

یعنی: ''(اے محمد! ﷺ) آپ سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ آپ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلیں''۔ ''ان کا دین'' یعنی ان کا محرف شدہ دین جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الگ ہے، ان کے دین کی جب تک آپ اتباع نہیں کرلیں گے، اس وقت تک یہ آپ

سے راضی نہیں ہوں گے۔ آپ ﷺ کی شخصیتِ مبارکہ جن کے اخلاقِ مبارکہ کی گواہی خود اللہ پاک دے رہے ہیں کہ: ''وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ '' میری اور آپ کی شخصیت کچھ بھی نہیں ہے ان کے مقابلے میں، جب ان سے راضی نہیں ہوتے تو مجھ سے اور آپ سے کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟ یہ ہو نہیں سکتا، جتنا مرضی ان کو خوش کرنے کی کوشش کی جائے، یہ اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک اپنا دین چھوڑ کر ہم اُن کا مذہب نہ اختیار کرلیں۔ اور یہ ہو رہا ہے، وہاں اتنی مساجد، تحفیظ اور دعوت کے باوجود مسلمان کا بچہ عیسائیت کی طرف جارہا ہے اور اگر بچہ بچ بھی جائے، یعنی اگر بالفرض پہلی نسل بچ بھی جاتی ہے، اگرچہ ایسا بھی بہت کم ہوتا ہے، بیس تیس فیصد یا زیادہ سے زیادہ ستر فیصد اسلام پر قائم رہتی ہے، لیکن پھر آگے ان کی نسل بمشکل بیس فیصد بھی اسلام پر قائم نہیں رہتی، آپ غیر مسلم ممالک میں جائیں، آپ جتنا بھی تلاش کرلیں، آپ کو ایسا شخص نہیں ملے گا جو خود بھی مسلمان ہو، اس کا باپ بھی مسلمان ہو، دادا بھی مسلمان ہو، ہوسکتا ہے میرے علم میں نہ ہو اور ایسی مثال ہو کہ تیسری نسل بھی مسلمان ہو، مگر میں آج تک ایسے کسی شخص سے نہیں ملا۔ اور پھر مسلمان ممالک کو چھوڑ کر غیر مسلم ممالک کی طرف جانا کوئی آج کل کی بات نہیں، بہت پرانی بات ہے، سوسو سال، ڈیڑھ سو سال پہلے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان باہر گئے، اب اُن کی نسلوں میں کوئی مسلمان نہیں ملتا، سوسال تو دور کی بات ہے، جو ستر سال پہلے گئے، ان کی نسلوں میں بھی کوئی مسلمان نہیں ملتا۔

اب آپ یہ بھی دیکھیں کہ قیامت تک جتنی نسل ہوگی، یہ اپنے ملک چھوڑ کر باہر جانے والے ان سب کے کفر میں مبتلا ہونے کا سبب بن گیا، کیونکہ مسلم ملک میں ہی رہنے کی صورت میں ہوسکتا ہے نسلیں گمراہ ہوجائیں، لیکن پھر بھی مسلمان تو رہیں گے اور اگر ہم نیک بن جائیں اور اسلامی ملک میں ہی قرار پکڑیں تو ان شاء اللہ! اس کی برکت ہماری نسلوں تک جائے گی۔ سورۂ کہف میں جن یتیم بچوں کا ذکر ہے: '' أَبُوْهُمَا صَالِحًا '' ان کا ساتواں دادا صالح تھا تو اگر ہم نیکی اختیار کریں تو نیکی اور ایمان کی خوشبو اور برکت نسلوں تک جائے گی۔ اور یہ دیکھو! بجائے اس کے کفار اسلام قبول کرتے اور مسلمانوں کی طرف ہجرت کرتے، اُلٹا مسلمان ان کی طرف جارہے ہیں اور یہ بات کبھی مت کہنا کہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں تکالیف ہیں۔ مدینہ شریف میں بھی تکلیف تھی، جب مسلمان مکّہ سے ہجرت کرکے آئے، اس وقت مدینہ شریف کا نام بھی یثرب تھا اور بہت خطرناک بخار پھیلا ہوا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کچھ برداشت کرتے چلے آئے، اپنے اہل وعیال، گھر بار چھوڑ چھاڑ کر چلے، سوچا تک نہیں کسی نے کہ روم کی طرف چلے جائیں، اس وقت تو یورپ وغیرہ نہیں تھا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یہ ایک صحابی ہیں، جہاد پر نہ جانے کی وجہ سے جب اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا مقاطعہ فرمایا تو روم کے بادشاہ کی طرف سے ان کے لیے ایک خط آیا تھا کہ اگر آپ

کے بڑے آپ سے ناراض ہیں تو ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آجائیں، جو بھی آپ چاہتے ہیں وہ آپ کو مل جائے گا، اتنا ناراض اور غصّہ ہوئے کہ اس خط کو تندور میں جھونک دیا، خوش نہیں ہوئے۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آج کل جب کوئی کہے کہ ہم غیرمسلم ملک یورپ یا جو بھی ملک ہو اس کی طرف ہجرت کررہے ہیں تو ہم کہتے ہیں: مبارک باد، میں سمجھتا ہوں یہ بات ایمان کے خلاف ہے، یہ بات خطرناک ہے، بہت ہی خطرناک، اگر وہ ملک ایسا ہے جس نے مسلمانوں پر ظلم کیا ہے، ان کو مارا ہے، ان پر قیامت ڈھائی تو آپ ان کو اس ملک میں جانے پر مبارکباد پیش کررہے ہیں؟ آپ کو کہنا چاہیے کہ لعنت ہو اس ملک پر، کتنا مسلمانوں پر ظلم کیا ہے، کتنا ظالم ملک ہے، کس طرح کا سلوک کیا ہے اس نے مسلمانوں کے ساتھ اور آپ ایسے ملک میں جارہے ہیں؟ بجائے اس کے ہم یہ کہتے ہیں کہ: مبارک ہو۔ کس بات کی مبارک باد؟ اس بات کی کہ ان کی اولاد، اولاد کی اولاد اور یہ خود، ان کا ایمان کمزور ہورہا ہے؟ ان کا ایمان خطرہ میں پڑرہا ہے؟ ان کے بچے جو تیسری چوتھی نسل ہے، وہ مرتد ہورہے ہیں؟ اور یہ ہورہا ہے، مسلمان بہت بڑی تعداد میں مرتد ہورہے ہیں۔ صرف ارجنٹائن میں ۳۰ لاکھ مسلمان عیسائی بن چکے ہیں، یہ صرف ارجنٹائن کی بات بتارہا ہوں، اور ایسے لاکھوں مسلمان ہیں جو اپنا دین چھوڑ رہے ہیں، وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہم نے حدیث پاک پر عمل نہیں کیا۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک سریہ روانہ کیا، کچھ لوگوں نے (کافروں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں میں سے) سجدہ کے ذریعہ پناہ چاہی، پھر بھی انہیں قتل کرنے میں جلدی کی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور فرمایا: ’’میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے۔‘‘ لوگوں نے پوچھا: ’’اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آخر کیوں؟‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(مسلمان کو کافروں سے اتنی دوری پر سکونت پذیر ہونا چاہیے) کہ وہ دونوں ایک دوسرے (کے کھانا پکانے) کی آگ نہ دیکھ سکیں۔‘‘

کیسی خطرناک بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ: میں بری ہوں اس مسلمان سے جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے، ڈرنا چاہیے ہمیں بہت زیادہ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر شرط لگائیں، میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں، دین قبول کرنا چاہتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط پر بیعت فرمایا کہ: ’’آپ نے ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عبادت کرنی ہے، شرک نہیں کرنا، نماز قائم کرنی ہے، زکاۃ دینی ہے، نماز قائم کرنی ہے، مسلمان کی نصرت

کرنی ہے اور کافروں کا ملک چھوڑ کر مسلمانوں کی طرف آنا ہے۔‘‘ یعنی کہ آپ سوچیں کہ اسلام قبول کرنے کی ایک شرط تھی کافروں کے ملک کو چھوڑنا اور مسلمانوں کے ملک کی طرف آنا۔

بہت دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل جو لوگ دھڑا دھڑ اُن ممالک کی طرف جارہے ہیں، وہ کفر کی خدمت کررہے ہیں، کفر کو مضبوط کررہے ہیں، آپ ذرا گن لیں کہ کتنے ڈاکٹر وانجینئر وغیرہ اِدھر سے نکل چکے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں یا لاکھوں کی تعداد میں؟ یہ اگر ادھر واپس آجائیں تو اس ملک کو کتنی ترقی ہوگی؟ مسلمانوں کو کتنا فائدہ ہوگا! اور اگر کفرستان کی طرف جائیں گے تو ظاہری بات ہے ان کو ترقی ہوگی، اس طرح کفر مضبوط ہوتا جارہا ہے اور مسلمانوں کے ممالک کمزور ہوتے جارہے ہیں۔

علماء کرام نے سخت ضرورت کی بنا پر ان ممالک کی طرف سفر کرنے کی گنجائش دی ہے، اس کی کچھ شرائط بھی لگائی ہیں کہ اگر آپ علاج کے لیے جارہے ہیں اور علاج بھی ایسا ہو جو آپ کے ملک میں نہیں ہے، اور اگر ایسا علاج آپ کے ملک میں موجود ہے تو اجازت نہیں یا تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہ وہ تعلیم حاصل کرکے واپس آکر آپ اپنے ملک کی خدمت کریں گے، یا دعوت وتبلیغ کے لیے جاتے ہیں اور پھر واپس آجاتے ہیں، لیکن یہ شریعت میں ہے ہی نہیں کہ ادھر ہی ہجرت کرکے وہیں اقامت اختیار کرلی جائے۔

افسوس کی بات ہے کہ پاکستان میں پیدا ہوا، ماں پاکستانی، باپ پاکستانی، ادھر ہی تعلیم وتربیت حاصل کی، پرورش پائی، ادھر ہی کی آب وہوا میں پلا بڑھا اور جب پھل دینے کا وقت آیا ہے تو کفرستان کی طرف چلا جاتا ہے، وہاں جاکر پھل دیتا ہے، ان کی خدمت کرکے ان کو فائدہ پہنچاتا ہے اور مسلمانوں کو محروم کردیتا ہے، آپ دیکھ لیں: مسلمانوں کی اس سوچ کی وجہ سے اچھا ڈاکٹر اب ادھر اتنی آسانی سے نہیں ملتا۔

ایک اور بہت رنج کی بات کہ ہمارے ہاں پاکستان میں کچھ اسکول اور تعلیمی ادارے ایسے ہیں جو اس بات کو فخر یہ طور پر پیش کرتے ہیں کہ ہم آپ کے بچے کو ایسی تربیت دیں گے کہ یہ باہر ملک یورپ وغیرہ چلا جائے گا، وہاں سیٹل ہوجائے گا، اور ہم بہت فخر اور خوشی سے اپنے بچے کو اس اسکول میں داخل کراتے ہیں، بچپن ہی سے اس کا یہ ذہن بن جائے گا کہ میں نے باہر جانا ہے، ادھر ہی رہنا ہے، اب یہ بھی ایک خیانت ہے اس ملک سے، اور اس خیانت پر ہم فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاباش! بہت اچھا! حالانکہ آپ ایمانداری سے سوچیں ذرا، اگر کسی اور ملک کا اسکول بچے کو اس بات کی تربیت دے کہ پاکستان کی طرف چلا جائے تو ہم کیا اس بات سے خوش ہوں گے؟

ہم مسلمان اپنے ممالک کو اپنے ہاتھ سے تباہ کررہے ہیں اور صرف یہ پاکستان میں نہیں ہے، یہ بات ہر جگہ ہی بہت پھیل چکی ہے، ترکی میں غیرقانونی طور پر سمندر پار کرتے ہوئے کتنے لوگ ڈوب گئے،

غرق ہو گئے، صرف اس لیے کہ ادھر کی قومیت کا کارڈ مل جائے۔ اگر ہم اس کارڈ کو حرام سمجھیں، لعنت سمجھیں، یہ کہہ دیں کہ بھائی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کو احساس نہیں ہوتا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے؟ آپ کیا اللہ تعالیٰ کو جواب دیں گے اپنی اولاد کے بارے میں؟ بجائے یہ کہ آپ ان لوگوں کو جو کفّار کے مما لک میں جا رہے ہیں، ان کو دعوت دے کر ادھر بلاتے، آپ خود ادھر جا رہے ہیں، یہ تو بہت ہی تعجب کی بات ہے۔ اگر ہم اسی طرح بولتے رہیں گے تو کفار کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا تناسب کم ہوتا جائے گا۔ اور ایک بہت شرم کی بات ان مسلمانوں کے لیے جو ہر وقت اسی تگ و دو میں رہتے ہیں کہ کسی طرح وہاں کا کارڈ مل جائے، کسی طرح ہم ادھر جا کر مقیم ہو جائیں، فرانس یا کوئی اور کفّار کے ملک کا باشندہ اپنے ہم وطن سے یہ کہے کہ میں برطانیہ یا آسٹریلیا کی طرف جا رہا ہوں، مجھے ادھر کا ویزا مل گیا ہے، ادھر ہی رہوں گا تو اس کا ہم وطن اس سے ناراض اور خفا ہو جاتا ہے، غصّہ سے کہتا ہے کہ کیا آپ اپنے ملک سے محبت نہیں رکھتے؟ اپنے ملک کو آپ چھوڑ کر کیسے جا رہے ہیں؟ کفار کی سوچ دیکھو اور مسلمانوں کی سوچ دیکھو، بہت ہی شرم کا مقام ہے۔ اور بعض مما لک میں میرے علم میں ہے کہ اس ملک کی شہریت یا کارڈ دینے سے پہلے باقاعدہ طور پر ان سے حلف لیا جاتا ہے کہ میں اس ملک کے ساتھ مکمل طور پر وفاداری کروں گا، میری تمام تر اطاعت اور اخلاص اس ملک کے ساتھ ہے، یہ حلف لیا جاتا ہے، اب اس کا کیا مطلب؟ مسلمان کا دشمن جب اس کا دوست بن گیا تو مسلمان کا کیا حال ہوگا؟ یہ ایک قاعدہ ہے کہ دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے، اب جس نے اس طرح حلف لیا وہ گویا دشمن کا دوست بن گیا اور مسلمانوں کا دشمن بن گیا اور آپ اس دشمن بن جانے پر اس کو مبارکباد پیش کر رہے ہیں؟ ہمارے ایمان کا کیا حال ہو گیا ہے؟ جو اس کارڈ میں عزت کو تلاش کر رہا ہے تو وہ ذرا خود اپنا محاسبہ کرے کہ وہ ایمان کے کس درجہ پر ہے؟ یہ تو منافقین کی صفت ہے کہ منافقین کافروں سے عزت لینا چاہتے تھے، ہمارے ایمان کا حصّہ کہاں چلا گیا؟

مسلمان کی لڑائی اللہ کے لیے ہے اور کفار کی لڑائی شیطان کے لیے اور طاغوت کے لیے ہے، مسلمانوں کی اور کفار کی لڑائی یہ دونوں کبھی بھی مل نہیں سکتیں، دونوں کے مقاصد بالکل الگ الگ ہیں، اب جب یہ دونوں ایک ہی ملک میں رہ رہے ہیں اور وہ ملک کفار کا ہے، اکثریت وہاں کفار کی ہے تو جب اگر لڑائی ہوتی ہے تو کس کا جھنڈا اُٹھایا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کا یا طاغوت و شیطان کا؟ ظاہر سی بات ہے شیطان کا ہی جھنڈا اُٹھایا جائے گا۔

آج کل چونکہ لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ کم ہے، ملک کی قدر دانی دل سے نکل گئی ہے، اس لیے ملک کی ناقدری کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملک تباہ ہوجاتا ہے تو ہوجائے، ہم نے تو ادھر ہی جانا ہے، یہ

بات بالکل ہی غلط ہے، پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے، اس کو محفوظ کرنا، اس کی حفاظت کرنا یہ ایمان کا حصّہ ہے۔ مدینہ شریف میں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی تو یہ سب قریش تھے، لیکن مدینہ شریف کو محفوظ کرنے کے لیے قریشیوں سے لڑے، اس کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ وہ جانتے تھے کے مدینہ شریف اب مسلمانوں کا ایک قلعہ ہے، ایک مرکز ہے، اس کو محفوظ کرنا ضروری ہے۔ پاکستان بھی آج کل مسلمانوں کا مرکز ہے، مسلمانوں کے لیے اس کو محفوظ کرنا بھی ضروری ہے، مگر اللہ کی عظیم نعمت کی ناشکری کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہر جگہ کچرا ہے، روڈیں بالکل خراب ہیں، عوام ٹھیک نہیں ہے، بجلی جاتی ہے تو کئی دن بعد آتی ہے، مہنگائی اتنی ہے کہ کھانے پینے کے اخراجات تک پورا کرنا مشکل ہے۔ لیکن جب ہم یورپ وغیرہ کے حالات دیکھیں گے تو ہم کہیں گے کہ: الحمد للہ! ہمارا ایمان محفوظ ہے، ہماری اولادوں کا ایمان محفوظ ہے، ہر چیز برداشت ہوسکتی ہے، مگر ایمان کی کمزوری، ایمان کے ضائع ہونے کو ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ ٹھیک ہے کہ پکے نمازی وہ اُدھر جا کر بھی نماز پڑھتے ہیں، مگر آپ دیکھیں گے کہ والدین جو یہاں سے نکلتے ہیں، جو نمازی ہوتے ہیں پچاس فیصد وہاں جا کر مسجد جانا چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے بچے نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں، مسلمان ہیں تو بس برائے نام کے، پھر کسی عیسائی کے ساتھ شادی کر لیتے ہیں۔ مسلمان کو تو تمنا کرنی چاہیے کہ میں نے نیک لوگوں اور دین داروں کے ساتھ رہنا ہے، موت کے بعد بھی مسلمانوں کے ساتھ دفن ہونا ہے، بعض واقعات دیارِ غیر میں ایسے بھی ہوئے ہیں کہ مخصوص جگہ جہاں پر مسلمانوں کو دفناتے ہیں وہ نہیں ملی، مجبوراً کافروں کے قبرستان میں دفنایا، العیاذ باللہ۔

بخاری شریف کی حدیث شریف ہے کہ: تین چیزیں جس میں ہیں وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا: ایک یہ کہ اس کے نزدیک سب سے محبوب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو، اس کا کیا مطلب ہے؟ انسان نے اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنی ہے تو اسی وقت رکھ سکتا ہے جب دل سے دنیا کو نکال دے، جب تک دل میں دنیا کی محبت ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں آسکتی، انسان اگر دل سے اس دنیا کی محبت کو نکال دے تو یوں سمجھ لیں کہ آدھی پریشانیاں ختم ہوگئیں۔ آپ گن لیں ہماری اکثر پریشانیاں دنیا کی محبت کی وجہ سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سنتوں پر اتباع کی برکت سے ملے گی، دوسرا ہمارے جو تعلقات ہوں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوں، اگر ہم اس بات پر عمل کرتے ہوں، جو بھی تعلقات رکھیں صرف اللہ ہی کے لیے رکھیں تو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، لیکن جب ہم دنیا کے لیے اور دنیا کو خوش کرنے کے لیے تعلقات رکھتے ہیں تو پھر پریشان ہوجاتے ہیں کہ میں نے اس کو اتنا دیا تھا، اس نے بدلہ میں میرے ساتھ کیا کیا؟ کیسا رویہ اختیار کیا؟ اور اگر تعلق اللہ کے لیے تھا تو کہے گا کہ جو آتا ہے ٹھیک ہے، جو چلا جائے وہ بھی کوئی حرج کی

بات نہیں، تیسری چیز وہ کفر کی طرف واپس لوٹنے کو اتنا برا سمجھے، جتنا برا آگ میں ڈالے جانے کو سمجھتا ہے، انسان کتنا ڈرتا ہے آگ میں ڈالے جانے سے، اسی طرح کفر کی زندگی سے، اس کی عادات وصفات سے ڈرنا چاہیے، اگر ہمارے دل میں کفر کی زندگی سے بغض اور نفرت ہے تو کفار کے ممالک کی طرف جانے کا اتنا اشتیاق کیوں؟ اور پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا اس کی قدر کیوں نہیں؟ جتنا ہمارے دل میں کفر سے نفرت وبغض ہوگا اتنا ہی ہم کفرستان کی طرف جانے سے نفرت کریں گے اور پاکستان میں رہنے کو اپنی سعادت سمجھیں گے۔

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ یار! ہم یورپ، یوکے وغیرہ کی طرف گئے، کیا صفائی کیا انتظامات ہیں! ایسے درخت اور ہریالی ہے، دنیا جہاں کی سہولیات ادھر موجود ہیں، ادھر پاکستان میں اگر آپ ائیرپورٹ پر پہنچتے ہیں تو اتنا پوچھتے تنگ کرتے ہیں کہ کہاں جانا ہے؟ کہاں سے آئے؟ ادھر اتنا احترام ہے، اتنی عزت دیتے ہیں، کوئی نہیں پوچھتا کہ کہاں جانا ہے؟ ہر طرح کی آزادی ہے، اب یہ بہت بڑی کوتاہی اور غلطی ہے دین اور شریعت کی نظر میں بھی اور دنیا کی نظر میں بھی کہ وہ یہ نہیں بتاتے کہ مسلمانوں کے بچوں کی کیا حالت ہے؟ اس کا دین وایمان محفوظ ہے یا نہیں؟ ادھر جو لوگ دنیا کی طرف جارہے ہیں ان کی کیا کیفیت ہے؟ یہ نہیں بتاتے کہ وہاں کی خواتین کی مجموعی حالت کیا ہے؟ کس حال میں وہ پھرتی ہیں؟ وہاں پر والدین کو کیا درجہ دیا جاتا ہے؟ انسان جب بوڑھا ہوجائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

ہمارے یہاں کراچی میں، کسی مالدار نے اپنے بچے کو باہر بھیج دیا کہ اچھی زندگی گزار لے، تف ہے ایسی سوچ پر، کفار کے ملک کی رنگینیاں دیکھ کر وہ ادھر کا ہی ہوکر رہ گیا، ماں باپ پھر کس کو یاد رہتے ہیں؟ ان کا بیٹا وہاں پر ڈاکٹر بن گیا، خود پر فالج گر گیا، بہت بیمار ہوگیا، اب دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ موت سے پہلے اپنے بیٹے کو دیکھ لوں، اس کو فون کیا کہ ادھر آجائیں، آپ کو مرنے سے پہلے صرف ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، اس نے جواب میں کہا: ہمارے پاس آنے کا ٹائم نہیں ہے، فون کرتے رہے، مگر اس نے فون نہیں اُٹھایا، یہی حسرت دل میں لیے مرگیا: ’’فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ‘‘ ... ’’تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔‘‘ (الحشر)

لوگ ایک غلط مفروضہ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، پہلی بات تو یہ کہ اس وقت جب یہ مسلمان مکّہ میں تھے کوئی بھی مسلمانوں کا ملک نہیں تھا، جس کی طرف یہ ہجرت کرتے، دوسرا مکہ میں اُن پر بہت ظلم ڈھائے جارہے تھے، مشرکین کی طرف سے بہت مشکل اور تکلیف میں تھے، اپنے دین پر نہیں قائم رہ پارہے تھے، پاکستان میں آپ کو کون منع کرتا ہے دین پر عمل

کرنے سے؟ اور یہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کا ایک حکم تھا، حبشہ کا نجاشی بھی ایک بہت اچھا انسان تھا اور بعد میں انہوں نے اسلام بھی قبول کرلیا تھا اور پھر جب مسلمان مدینہ شریف میں آ گئے تو پھر کبھی کسی نے نام تک نہیں لیا اور نہ کبھی سوچا کہیں اور جانے کا اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا کہ اس وقت کے اور آج کے فتنوں میں بہت زیادہ فرق ہے، جیسے جیسے ہم زمانۂ نبوت سے دور ہوتے جارہے ہیں، فتنے چاروں طرف سے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رہے ہیں۔ یورپ اور دیگر کفّار کے ممالک میں جس فتنے نے ایک کثیر تعداد میں مسلمانوں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے، جس نے نہ عالم کو چھوڑا ہے، نہ داعی کو، نہ تصوف والے کو، سب کو لگا دیا ہے، وہ عورتوں کا فتنہ ہے، جس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔''

خواتین کا فتنہ کس قدر خطرناک ہے؟! ایک واقعہ سناتا ہوں عبرت کے لیے، ایک بہت ہی نیک شخص حافظِ قرآن جہاد کے لیے سفر پر چل دیئے، عیسائیوں سے مقابلہ ہوا، عیسائیوں کو گھیرے میں لیا ہوا ہے کہ ان کی نظر ایک خاتون پر پڑی، عورت پر نظر پڑتے ہی اس کے حسن کے فتنے میں گرفتار ہوگیا، اس کو خط بھیجا کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ میری آپ کی شادی کیسے ہوسکتی ہے؟ آپ مسلمان ہیں، میرے والد کہہ رہے ہیں کہ آپ عیسائی بن جاؤ، پھر ہی آپ مجھ سے شادی کرسکتے ہیں، اس نے مسلمانوں کی فوج چھوڑ دی اور دینِ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرلی، اس لڑکی سے شادی کی اور پھر اس کی اولاد بھی ہو گئی، کچھ عرصہ کے بعد مسلمان ان سے ملنے اور ان کو دیکھنے کے لیے آئے کہ دیکھیں کس حال میں ہیں؟ پوچھا کہ آپ کے قرآن پاک کا کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ صرف ایک آیت یاد ہے: ''رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ''، ''کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔'' (الحجر)

ایک اور حدیث شریف سناتا ہوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے اسلام پر بیعت کی، پھر اسے بخار ہوگیا تو اس نے کہا کہ میری بیعت فسخ کردیجیے، آنحضرت ﷺ نے انکار کیا، پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری بیعت فسخ کردیجیے، آنحضرت ﷺ نے انکار کیا، آخر وہ (خود ہی مدینہ سے) چلا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ بھٹی کی طرح ہے، اپنی میل کچیل دور کردیتا ہے اور صاف مال کو رکھ لیتا ہے۔'' جو صحیح طور پر مسلمان ہیں، وہی مسلمانوں کے ملک میں قرار پکڑتے ہیں، باقی یہاں سے بھاگنے اور نکلنے کی فکر کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس خطرناک فتنے اور تمام فتنوں سے بچائے، ہمارے اور ہماری اولادوں کے اسلام کی حفاظت فرمائے، دین پر ثابت قدمی اور استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

توہُّم پرستی کی حقیقت اور اَقسام

مفتی محمد راشد ڈَسکوی
ڈَسکہ، سیالکوٹ

تعارف واحکام

توہُّم پرستی کسے کہتے ہیں؟

جس چیز کا حقیقت میں کوئی وجود نہ ہو، اس کا وجود یا جس چیز میں خاص تاثیر نہ ہو، اس میں خاص تاثیر کا اعتقاد رکھنا توہُّم پرستی کہلاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ''توہُّم پرستی'' کا مطلب خوف یا جہالت کی وجہ سے غیر عقلی عقائد پر یقین رکھنا ہے، جیسے: عوام الناس میں چڑیل اور بھوت وغیرہ کے وجود کا، یا پتھروں وغیرہ کے مؤثر ہونے کا اعتقاد رکھنا مشہور ہے۔

توہُّم پرستی کے نقصانات

توہُّم پرستی حق کے قبول کرنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے، وہ اس طرح کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز قرآن وحدیث کی تعلیمات ہیں، جبکہ توہُّم پرست آدمی مادی نفع کی چیزوں کو حق و باطل کے پرکھنے کا معیار بناتا ہے، لہٰذا جس چیز میں اسے نفع نظر آتا ہے، وہ اس کے نزدیک حق اور درست، اور جس چیز میں اُسے نقصان محسوس ہوتا ہے، وہ اس کے نزدیک باطل اور غلط ہوتی ہے۔

توہُّم پرستی اور بدشگونی جیسے عقائد کے حامل افراد کچھ چیزوں، واقعات یا علامات کو اپنے لیے مبارک گردانے لگ جاتے ہیں اور کچھ کو نقصان دہ یا منحوس۔ توہُّم پرست لوگ منفی خیالات کا شکار ہو کر اپنی خوشیاں اور سکون برباد کر لیتے ہیں اور بہت جلد مایوس ہو جاتے ہیں۔

توہُّم پرستی کی وجوہات

اگرچہ اسلام میں توہُّم پرستی یا بدشگونی کی قطعاً گنجائش نہیں، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی کثیر

تعداد اِس مرض کا شکار نظر آتی ہے۔ مسلمانوں میں توہُّم پرستی کی ایک وجہ تو کم علمی اور دینی اَحکام سے ناواقفیت ہے اور دوسری بڑی وجہ ایک لمبا زمانہ برِصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک ساتھ رہنا تھا، ہندوؤں میں توہُّم پرستی حد درجہ عام ہے، مثلاً:

- نومولود کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے پیشانی پر کاجل (سرمہ) کا نشان لگانا۔
- شام کے وقت صفائی (جھاڑو لگانے) سے گریز کرنا کہ اس سے دولت کم ہوگی۔
- مرد کی دائیں اور عورت کی بائیں آنکھ پھڑکنے کو اچھی خبر کی آمد سے مشروط کرنا۔
- چارپائی پر بیٹھے ہوئے ٹانگیں لٹکی ہونے کی حالت میں ہلانے سے دولت کا ہاتھ سے نکل جانا۔
- پیاز یا چھری سرہانے رکھنے سے برے خوابوں سے نجات ملنا۔
- کالی بلّی کا راستہ کاٹنا۔
- ٹوٹے ہوئے آئینے میں چہرہ دیکھنا۔
- دودھ کا اُبل کر برتن سے باہر گرجانا۔
- مغرب کے بعد گھر کی ساری بتیاں جلا دینا، ورنہ بدروحیں آجانے کا ذہن رکھنا۔
- خالی قینچی چلانے سے قطع تعلقی ہوجانا۔
- کانچ کا ٹوٹنا اور بلی یا کتے کا رونا نحوست اور بے برکتی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔
- منڈیر پر کوا بیٹھا تو مہمان آنے والے ہیں۔
- چھینک آئی تو کوئی یاد کررہا ہے۔
- دائیں ہاتھ میں خارش ہے تو دولت آئے گی، بائیں میں ہے تو جائے گی۔
- جھاڑو سیدھا کھڑا کرنا، یا بعداز عصر جھاڑو دینا نحوست ہے، وغیرہ

یہ سب ہندو معاشرے کے عام توہُّمات ہیں۔ موجودہ سائنسی دور میں بھی، جہاں ہر واقعہ اور نظریے کے دلائل اور حقائق تلاش کیے جاتے ہیں، دنیا کی مادی اعتبار سے ترقی یافتہ اَقوام میں بھی توہُّم پرستی عام ہے، مثلاً:

- ''اسپین'' میں منگل کے دن مہینے کی ۱۳ر تاریخ ہو تو اسے قومی طور پر بدقسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''چائنا'' میں ۸ر کا ہندسہ مبارک اور ۴ر کا ہندسہ منحوس خیال کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ کچھ

لوگ عمارت کی چوتھی منزل تعمیر نہیں کرتے۔

- ''آئرلینڈ'' میں دلہنیں اپنے لباس یا زیورات میں چھوٹی گھنٹی ضرور استعمال کرتی ہیں، جسے خوش قسمتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''روس'' میں خالی بالٹی کہیں لے جانے کو بُراشگون سمجھا جاتا ہے۔
- ''فن لینڈ'' کے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ اگر مکڑی کو مارا جائے تو اگلے دن بارش ہوگی۔
- ''پرتگال'' کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اُلٹا چلنے سے برائی ہمارا راستہ دیکھ لیتی ہے۔
- ''مصر'' میں خالی قینچی چلانے کو بُرا سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ اس سے ہوا میں موجود بدروحیں کٹ جاتی ہیں، جس کے باعث ان کو غصہ آجاتا ہے۔
- ''سوئٹزرلینڈ'' اور ''نیدرلینڈ'' کے لوگ شادی کے بعد گھر کے باہر صنوبر کا درخت لگاتے ہیں کہ یہ ان کے ازدواجی تعلقات میں مضبوطی ڈالے گا۔
- ''برطانیہ'' میں چیونٹیوں کی آمد بُرے موسم اور اُن کا قطار میں چلنا بارش ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
- ''مغرب'' میں سفید مرغی نظر آنا رحمت، جب کہ سیاہ مرغی کو شیطان کی روح گمان کیا جاتا ہے۔

توہُّم پرستی کے عام ہونے میں میڈیا کا کردار

معاشرے میں جتنی زیادہ توہُّم پرستی عام ہے، اس میں بہت بڑا کردار ہمارے میڈیا یعنی: ذرائع ابلاغ کا ہے، ذرائع ابلاغ (یعنی: میڈیا) میں اخبار، کتاب، رسائل وجرائد اور ٹیلی فون، موبائل، ٹیلیوژن، اور انٹرنیٹ وغیرہ سب کچھ شامل ہیں، میڈیا کے نشر کردہ بہت سے پروگرامز، بچوں کے لیے ڈراؤنے ڈرامے، فلمیں و کارٹونز، اور اسی طرح ڈراؤنی جن بھوتوں کی کہانیاں وغیرہ توہُّمات کو سچ ہوتا دکھا کر لوگوں کے ذہنوں میں بے معنی خیالات، یعنی: توہُّمات کو پختہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اخبارات، میگزین اور دیگر رسائل میں آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں؟ یا آج کا دن کیسا گزرے گا؟ وغیرہ جیسی خرافات ایک تسلسل کے ساتھ دیکھنے کو ملتی ہیں، جسے تعلیم یافتہ طبقہ بھی بڑے تیقُّن اور دِل چسپی سے پڑھتا ہے، جب کہ اسلام ہمیں ایسا کچھ پوچھنے کے لیے نجومی کے پاس جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ آپ کبھی کچھ وقت نکال کر سرچ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان آسٹرولوجیکل فن کی بنیاد یونانی عقائد ہیں، جو سینکڑوں خیالی فلسفوں پر مبنی ہیں، جن کا اِسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

توہُّمات سے متعلق شرعی اَحکام

دینِ اسلام میں توہُّمات کو سختی سے رد کیا گیا ہے، قبل از اسلام بھی لوگ توہُّم پرستی کا شکار ہوتے تھے۔ عرب معاشرے کے لوگ بیٹی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے تھے۔ گھروں میں دروازے کے بجائے پچھلی دیوار توڑ کر داخل ہونے کو باعثِ برکت سمجھتے تھے۔

آپ ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن سورج کو گرہن ہوا تھا، کچھ لوگوں نے آپؓ کی وفات کی وجہ سورج گرہن کو سمجھا تو آپ ﷺ نے ایسا خیال کرنے سے منع فرما دیا۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ توہُّمات پر یقین رکھنا درحقیقت ''تقدیر پر یقین'' کا رد ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی دن، پتھر، بشر، چرند پرند یا ستارے وغیرہ انسان کے نفع ونقصان کے خالق نہیں ہوسکتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ.'' (النساء:۷۹)

ترجمہ: ''تجھے جو بھلائی (یا فائدہ) پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو برائی (یا نقصان) پہنچے وہ تیرے نفس کی طرف سے (یعنی: تیرے ہی شامتِ اعمال کے سبب) ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ اَشْرَكَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا كَفَّارَةُ ذٰلِكَ؟، قَالَ: '' اَنْ يَّقُوْلَ اَحَدُهُمْ: اَللّٰهُمَّ لاَ خَيْرَ إِلاَّ خَيْرُكَ وَلاَ طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلاَ إِلٰهَ غَيْرُكَ.'' (مسند احمد بن حنبلؒ، الرقم: ۵۰۴۵)

یعنی: ''بدفالی لینا جس شخص کو اُس کے کسی کام سے روک دے تو اُس نے شرک کیا، لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (اگر کوئی ایسا کر بیٹھا ہے) تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ شخص اس طرح دعا کرے کہ اے اللہ! تیری طرف سے پہنچنے والی خیر ہی اصل خیر ہے، اور تیری طرف سے پہنچنے والی بُرائی ہی اصل بُرا شگون ہے، اور اے اللہ! تیرے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے۔''

''طِيَرَة'' بدشگونی اور بدفالی کو کہتے ہیں یعنی انسان کسی چیز کے بارے میں بدگمانی اختیار کرے اور اس بدفالی کا تصور لے لے، زمانۂ جاہلیت میں اِس کا بڑا رواج تھا، لوگ معمولی باتوں سے بدشگونی لیا کرتے تھے، اگر انہیں کہیں جانا ہوتا تو پرندہ کو اُڑاتے، اگر وہ دائیں جانب کو اُڑتا ہوا جاتا تو اچھا سمجھتے اور اگر وہ بائیں رخ پر اُڑتا تو اپنے سفر کرنے کو نامناسب تصور کرکے اُس سفر سے گریز کرتے، اسی طرح تیروں

سے فال نکالتے اور خیر وشر کے فیصلے کرتے۔

حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر دل میں کوئی براشگون پیدا ہوتو مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہیے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں درج ذیل دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے:

’’اللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا اَنْتَ وَلاَ يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ.‘‘ (سنن ابی داود، الرقم:۳۹۱۹)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس مہینے اور اس مہینے کے علاوہ پائے جانے والے توہمات اور قیامت تک کے باطل نظریات کی تردید اور نفی فرمادی اور علی الاعلان ارشاد فرمادیا:

’’لَا عَدْوٰى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَّةَ، وَلَا صَفَرَ.‘‘ (صحیح البخاری، الرقم:۵۷۰۷)

’’(اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر) ایک شخص کی بیماری کے دوسرے کو (خود بخود) لگ جانے (کا عقیدہ)، بدشگونی لینا، ایک مخصوص پرندے کی بدشگونی (کا عقیدہ)، اور ماہِ صفر (میں نحوست ہونے کا عقیدہ) سب بے حقیقت باتیں ہیں۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شركٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، ومَا مِنَّا إِلَّا، وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوكُّلِ.‘‘ (السنن لابی داود، الرقم:۳۹۱۵)

یعنی: ’’بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کو (کوئی نا کوئی وہم) ہوجاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ توکل کی برکت سے اسے دور کردیتا ہے۔‘‘

بدشگونی کے معنی ہیں: بدفالی اور نحوست، اللہ کے علاوہ کسی چیز کو نفع اور نقصان میں مؤثر بالذات سمجھنا شرک ہے، چونکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض چیزوں اور اعمال سے بدفالی لیتے تھے اور اس کو نحوست میں مؤثر سمجھتے تھے، اس لیے احادیث میں بدشگونی کو شرک قرار دیا گیا ہے۔

توہم پرستی جیسے برے خیالات سے بچنے والے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ: میری اُمت کے ۷۰ ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے، بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں، جیسا کہ روایت میں ہے:

’’عن ابن عباسؓ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ، وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ.‘‘ (صحیح البخاری، الرقم:۶۴۷۲)

توہُّمات کی اَقسام

ہمارے معاشرے میں مختلف اَفراد میں مختلف چیزوں کے بارے میں مختلف توہُّمات ونظریات قائم ہیں، اور اُنہیں حیاتِ انسانی میں بہت ہی زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ شریعت کی تعلیمات کے سراسر متصادم ہیں، ہماری زندگیوں میں مؤثر ہونے والی چند چیزوں کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اَسباب کو ہی مؤثرِ حقیقی سمجھنا

انسانی طبقات اَسباب کے میدان میں دو انتہاؤں پر ہیں: ایک طبقہ اَسباب کا انکار ہی کر دیتا ہے اور اَسباب اختیار کرنے کو توکُّل کے منافی سمجھتا ہے، اور دوسرا طبقہ اَسباب کو ہی مؤثرِ حقیقی سمجھتے ہوئے یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور ہو رہا ہے، وہ اَسباب سے ہی ہو رہا ہے، اور اَسباب کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

پہلا طبقہ: (جس میں زیادہ تر دین سے وابستہ لوگ ہی نظر آتے ہیں) کم عقلی اور بے علمی کی وجہ سے یہ ذہن رکھتا ہے کہ محنت کرنے اور کمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو رزق دینے میں ہماری محنت کے محتاج نہیں ہیں، وہ ایسے بھی دینے پر قادر ہیں، لہٰذا ہمیں کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اَعمال کے ذریعے ہی اللہ سے لیں گے، اَسباب کے ذریعے نہیں۔

دوسری طرف: دوسرا طبقہ جو اَسباب کو ہی مؤثرِ حقیقی سمجھے ہوئے ہے، اور دین، ایمان ویقین اور اعمال کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتا، اور مادی محنت یعنی ظاہری اَسباب کو ہی اپنی ضروریات کے پورا ہونے اور اپنے مسائل کے حل کرنے میں مؤثر سمجھتا ہے، یہ بھی صراطِ مستقیم پر نہیں ہے، یہ بھی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے، کیونکہ ظاہری اَسباب تو کسی بھی چیز کے حاصل ہونے کا فقط ایک ظاہری ذریعہ ہوتے ہیں، جیسے: گھروں میں پانی جن نلوں کے ذریعہ پہنچتا ہے، وہ نل پانی پہنچانے کے صرف راستے ہیں، پانی کے حصول میں اُن کا ذاتی کوئی دخل نہیں ہے، بالکل اسی طرح چیزوں کے حصول میں اصل مؤثرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جو کسی ظاہری سبب کی محتاج نہیں ہے، چنانچہ وہ ذات بعض اوقات بغیر اسباب کے بھی کسی چیز کے وجود کا مشاہدہ کروادیتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ عامۃ الناس کو توکل کے حصول کے لیے ظاہری اسباب اور تدابیر کو چھوڑنا درست نہیں، بلکہ اسباب کے نتائج کو اسباب پر موقوف نہ سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا، یہ توکل ہے۔ توکل کے دو درجے ہیں: اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر اللہ پر مکمل اعتماد کیا جائے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرے، لیکن نفع ونقصان کا یقین اللہ کی ذات پر رہے۔ پہلا درجہ خواص کے لیے اور دوسرا عوام کے لیے ہے۔

اس بحث کے خلاصے کے طور پر اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ایک ہے اسباب کا اختیار کرنا اور اُنہیں استعمال کرنا، اور ایک ہے اُن اسباب کو دل میں اُتارنا اور اُن پر ہی یقین رکھنا، پہلی چیز کو اپنانا محمود اور مطلوب ہے اور دوسری چیز کو اپنانا مذموم ہے۔ ہماری محنت کا رُخ یہ ہونا چاہیے کہ ہم ان اسباب کی محبت اور یقین کو دل سے نکالیں اور اس کے برعکس ''یقین'' اللہ تعالیٰ پر رکھیں کہ ہماری ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، وہ چاہے تو اَسباب کے ذریعے ہماری حاجات وضروریات پوری کردے اور چاہے تو ان اسباب کے بغیر محض اپنی قدرت سے ہماری ضروریات وحاجات پوری کردے، وہ اس پر پوری طرح قادر اور خود مختار ہے۔ البتہ! ہم اس دارالاسباب میں اسباب اختیار کرنے کے پابند ہیں، تاکہ بوقتِ حاجت وضرورت ہماری نگاہ وتوجہ غیر اللہ کی طرف نہ اُٹھ جائے۔ اس بات میں تو کوئی شک وشبہ ہے ہی نہیں کہ اللہ رب العزت ہماری محنتوں کے محتاج نہیں ہیں، لیکن کیا شریعت کا مزاج اور منشا بھی یہی ہے کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں؟! بالخصوص جب کہ اس ترکِ اسباب کا نتیجہ یہ نکلتا ہو کہ بیوی، بچوں اور والدین کے حقوق تلف ہوتے ہوں اور یہ غیروں کے اَموال کی طرف حرص وہوس کے ساتھ دیکھتا رہے، تو یاد رکھیں! اس طرح کے لوگوں کو شریعت اس طرزِ عمل کی تعلیم نہیں دیتی، بلکہ سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ صحابہؓ تو حلال طریقے سے کسبِ معاش کی تعلیم دیتی ہے۔

اسباب کی اقسام

اسباب کی تین قسمیں ہیں: ❶-قطعی ویقینی اسباب، ❷-ظنی اسباب، ❸-وہمی اسباب۔

❶-قطعی ویقینی اسباب: وہ اسباب ہیں جن پر مسبَّب کا مرتب ہونا یقینی ہے، جیسے بھوک کے وقت کھانا کھانا، پیاس کے وقت پانی پینا، سردی سے تحفظ کے لیے گرم لباس پہننا، ان اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے اور موت کا خوف ہو تو ان کا ترک کرنا حرام ہے۔ ان اسباب کا اختیار کرنا توکُّل کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ یہاں بھی یہ واضح ہے کہ ان اسباب کو اختیار تو لازمی کریں گے، لیکن ان کے مؤثرِ حقیقی ہونے کا یقین رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

❷-ظنی اسباب: جیسے بیماریوں کی دوا دارو، جائز دم اور تعویذ کہ حصول شفاء کے لیے انہیں ظنِ غالب کا درجہ حاصل ہوتا ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ ہم جیسے کمزوروں کو ان اسباب کا ترک کرنا بھی درست نہیں، البتہ جو حضرات قوتِ ایمانی اور قوتِ توکل میں مضبوط ہوں، اُن کے لیے ان اسباب کا ترک جائز ہے۔

❸-وہمی اسباب: (یعنی جن کے اختیار کرنے میں شک ہو کہ مفید ہوں گے یا نہیں) حصولِ توکل کے لیے ان کا ترک کرنا لازمی ہے۔

جھاڑ پھونک، دَم درود اور تعویذ کا حکم

واضح رہے کہ جس طرح بیماری کی صورت میں دوائی کا استعمال جائز ہے، اسی طرح تعویذ اور دَم بھی جائز ہے اور یہ محض ایک طریقۂ علاج ہے، اور اس کے جواز پر اجماع ہے، البتہ تعویذ اور دَم کے لیے تین شرائط کا پایا جانا لازمی ہے، اگر وہ تین شرائط نہ ہوں تو پھر اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، وہ شرائط یہ ہیں:

① -تعویذات کے الفاظ قرآن کریم، یا احادیث سے لیے گئے ہوں، یا اللہ کے اسماء وصفات میں سے ہوں۔

② -عربی زبان میں ہوں اور اگر کسی عجمی زبان میں ہوں تو اس کے الفاظ کے معانی معلوم ہوں۔

③ -دَم کرنے اور کرانے والا دونوں یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ دَم اور تعویذ میں خود کوئی تاثیر نہیں، بلکہ مؤثرِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ دَم اور تعویذ صرف سبب اور ذریعہ ہیں۔ تعویذ کے جواز پر کئی احادیث شاہد ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہٗ مسلم شریف کی شرح ''تکملة فتح الملهم'' (۴/ ۳۱۷، ۳۱۸) میں لکھتے ہیں: ''دَم کے بارے میں اصل یہ ہے کہ قرآن کریم، یا اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ، یا صفاتِ مبارکہ پڑھ کر مریض پر دَم کیا جائے اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث سے ثابت ہے اور تعویذات لکھنا اور اس کو بچوں یا بیماروں کے گلے میں ڈالنا یا لکھ کر پانی میں گھول کر مریض کو پلانا، کئی صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ سے ثابت ہے۔ اور احادیثِ مبارکہ میں جن دَموں اور تعویذات سے منع کیا گیا ہے، وہ مشرکین کے دَم تھے، جن میں شیطان سے مدد لیا کرتے تھے۔ اور وہ دَم جن میں شرکیہ کلمات نہ ہوں، وہ جائز ہیں اور کئی احادیث سے ثابت ہیں اور یہی حال حرام ''تمائم'' (وہ ڈوری، جسے مشرکین مؤثر بالذات سمجھ کر بچوں کے گلے میں نظرِ بد سے بچانے کے لیے ڈالتے تھے) کا ہے اور ان حرام تمائم کا آیاتِ قرآنیہ اور اسماء باری تعالیٰ پر مشتمل تعویذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تعویذات جمہور علمائے کرام کے نزدیک جائز ہیں، بلکہ بعض علمائے کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے، جب منقول و ماثور اذکار پر مشتمل ہوں۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی مرض کے لیے تعویذات کا استعمال اسباب کے درجے میں جائز ہے، بشرطیکہ شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو اور اس کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔

مختلف پتھروں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا

بعض لوگ مختلف قسم کے پتھروں، جیسے: فیروزہ، زمرد اور یاقوت وغیرہ کو اپنی زندگی پر اثر انداز

سمجھتے ہیں، اور ان پتھروں کی انگوٹھی بنا کر پہنتے بھی ہیں، تو شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ستاروں اور سیاروں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا

بعض لوگ چاند، سورج، ستاروں اور مختلف سیاروں کو اپنی قسمت پر اثر انداز سمجھتے ہیں، اور ان کی گردش کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے نجومیوں کے پاس جاتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں، کیونکہ علمِ نجوم قیاسات، اندازے اور تخمینے پر مشتمل ہے، اس میں کوئی یقینی بات نہیں ہوتی، نیز احادیث میں نجومیوں کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةٌ اَرْ بَعِينَ لَيْلَةً.'' (صحیح مسلم: ۲۲۳۰)

''جو شخص نجومی کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو اُس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔''

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض اخبارات میں ''آج کا دن کیسا گزرے گا؟''، ''یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟'' کے عنوان سے جو باتیں لکھی جاتی ہیں، شریعت میں اُن کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے فتنوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

ایصالِ ثواب کی درخواست

جامعہ کے استاذ اور ماہنامہ بینات اردو کے کمپوزر جناب مولانا محمد فاروق صدیقی صاحب کی والدہ محترمہ ۲۰ر صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ کو انتقال کرگئیں۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی. اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا.

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور مولانا محمد فاروق صدیقی صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

قارئین بینات سے اُن کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈیجیٹل ڈیوائس اور اپلی کیشن

دینی وسماجی نقصانات

''جاندار کی مجسمہ سازی، منظر بندی اور صورت گری ہر دور میں مذموم اور مضر گردانی جاتی رہتی تھی، جبکہ دینِ اسلام میں اس عمل کی قباحت، مضرت اور فسادی حیثیت کو خوب واضح فرمایا گیا اور شرکیہ اعمال کے ساتھ جوڑتے ہوئے مسلمانوں کو اس عمل سے دور رہنے کا حکم دیا گیا، اس لیے جاندار کی تصویر کو مسلمانوں کے درمیان انتہائی قبیح اور مذموم عمل سمجھا جاتا تھا، مگر ۱۹۶۰ء کے آگے پیچھے کچھ عرب علماء نے تصویر سازی کے آلات کی جدت اور ندرت کی آڑ اور مصری وسعودی حکومتوں کی سرپرستی میں تصویر سازی کی نئی شکلوں کو پرانے احکام سے خارج قرار دیا، جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ تصویر سازی کا عمل حکام سے نکل کر علماء کی صفوں کا معمول بھی بننے لگا، بلکہ ایک قبیح شرعی محظور' علمی فتنہ بن گیا، اس فتنے کے انسداد کے لیے اس وقت کے متدین علماء نے اس خطے میں کوششیں کیں، مگر سرکاری سرپرستی کی وجہ سے جوازی فتویٰ' تقویٰ سے نکل کر نفسانی مسئلہ بن چکا تھا۔ تصویر سے متعلق اسی روش کا اعادہ ہمارے دور میں ڈیجیٹل آلات کے ذریعہ تصویر سازی کے بارے میں چل رہا ہے۔ ماہ نامہ ''بینات'' وقتاً فوقتاً اس فتنے سے آگاہ کرتا رہتا ہے، حال میں اس موضوع پر ایک صاحبِ تحقیق کی دو مختلف تحریریں ہمیں موصول ہوئیں، جو ڈیجیٹل تصویر کے فتنہ انگیز پہلو اور سماجی نقصانات سے آگاہی پر دعوتِ فکر کے درجہ میں ہیں، اور بنیادی طور پر ہمارے دارالافتاء کے موقف کے موافق ہیں، اس لیے یہ دونوں تحریریں ''ڈیجیٹل ڈیوائس اور اپلی کیشن ... دینی وسماجی نقصانات'' کے عنوان سے شاملِ اشاعت کی جارہی ہیں۔''

(ادارہ بینات)

ڈیجیٹل بدنظری اور معاشرے میں پھیلتی بے حیائی

اصل بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں پریشانیوں سے بچانے کے لیے جو احکامات

دیئے ہیں، ان پر اگر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو تمام برائیاں معاشرے سے ختم کی جاسکتی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے دینی حلقے ایسے فتنوں میں مبتلا ہو چکے ہیں جس کے باعث برائی کے خلاف بھی کھل کر بولنا مشکل نظر آتا ہے۔ اس حوالے سے معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کا سب سے بڑا سبب ڈیجیٹل شکل میں جاندار کی تصویر کے حوالے سے علمائے کرام میں پیدا ہونے والا اختلاف ہے، جس سے بلاتخصیصِ عمر سب کی عزت وآبرو خطرے میں نظر آتی ہے۔

کیا فرق کریں سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں یا دینی مدارس میں، اس برائی کے اثرات اب دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکے ہیں۔ حدودِ حرم اور دیگر مقدس مقامات پر بھی لوگ اس فتنے کا شکار نظر آتے ہیں۔ عبادت گاہوں اور تفریحی مقامات میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔ حج اور عمرے جیسی مقدس عبادات کے دوران بھی لوگ اپنی عبادت کی تشہیر کے ساتھ ساتھ دوسرے علاقوں سے آئی مسلمان خواتین کی تصاویر بھی بناکر فیس بک پر اور اپنی فرینڈ لسٹ میں شیئر کرنا عار محسوس نہیں کرتے اور جب کسی کو روکنے یا تنبیہ کرنے کی کوشش کی جائے تو آگے سے یہی سننے کو ملتا ہے کہ: ’’بھائی! اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس لیے آپ کو زیادہ متشدد ہونے کی ضرورت نہیں۔‘‘

میں اپنے ایک دہائی سے زیادہ عرصے پر مبنی تعلیمی اور تحقیقی تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر اللہ کی قسم کھاکر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اور حکمت کی ہر جہت کی چوٹی پر بٹھا رکھا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ایسے نفیس، باریک، خوبصورت اور سادہ انداز میں فتنوں سے بچنے کے اصول ہم تک پہنچائے ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ علم وحکمت رکھنے والے علماء کرام بخوبی جانتے ہیں کہ اُمت کی نفسیات کو سمجھنے والا وقت کے نبی سے بہتر کوئی نہیں ہوتا، اور یہ بھی جانتے ہیں کہ قلب ہمیشہ نظر کے ذریعے سے شکار ہوتا ہے، اور اس بات کو بھی سمجھتے ہیں کہ دین ہمیں قیامت تک آنے والے فتنوں سے بچنے کے اصول بتاتا ہے۔

اگرچہ علمائے کرام اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ مسئلہ تصویر کا نہیں، بلکہ جاندار کی تصویر کا تھا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر منع فرمایا ہے، اور پانچ ہزار سال کی انسانی تاریخ بھی اس بات پر شاہد ہے کہ جس دور میں بھی معاشرے میں جاندار کی تصویریں عام ہوئی ہیں، وہاں شرک اور بے حیائی کو پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکا۔

اس کے لیے چاہے زمانۂ قدیم مصر کے مجسموں اور اہراموں میں بنی تصاویر کا ہو یا سرزمینِ عرب پر آلِ سعود کا دورِ حکومت، جہاں ۱۹۶۶ء میں پہلی عرب خاتون ’’نوال بخش‘‘ کے ٹیلی ویژن پر

نمودار ہونے سے اس فتنے کا دوبارہ سے آغاز ہوا، اور اب تو جدید سائنس بھی اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ جاندار کی تصویر دیکھنے سے انسان کے قلب وذہن پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اور دماغ میں جو کیمیائی تبدیلی پیدا ہوتی ہے اس کو جانچا جاسکتا ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، جس کی جیتی جاگتی مثال مغربی معاشرہ ہے، جہاں اب شرم وحیا کا کوئی تصور باقی نہیں رہ گیا، رشتوں کا تقدس ختم ہو چکا ہے اور ہر طرح کی نفسانی خواہش کو پورا کرنا ہر انسان اپنا حق سمجھنے لگا ہے، چاہے اس کے لیے اُس کو کسی بھی حد تک جانا پڑے۔

یہاں لمبی بات کرنا یا کسی پر تنقید کرنا مقصود نہیں، نہ ہی کسی بحث ومباحثے کو شروع کرنا مقصد ہے، لیکن اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس مسئلے پر چودہ سو سال سے اُمت کا اتفاق تھا، اُس وقت تک اس طرح کی بے حیائی کے پھیلنے کے تمام راستے بند تھے۔

جب ۱۹۶۰ء کے اوائل میں جاندار کی تصویر کے حوالے سے عرب علمائے کرام سے غلط بیانی کر کے اور اُن کو نامکمل معلومات فراہم کر کے شک میں ڈالا گیا اور ایسے فتوے حاصل کیے گئے جس سے ڈیجیٹل شکل میں جاندار کی تصویر کے حوالے سے اختلاف پیدا ہوا، تو جمہور عرب علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، مگر حکومتی سرپرستی حاصل ہونے کی وجہ سے اُن کی رائے کو نظر انداز کر دیا گیا، حتیٰ کہ اس کے نتیجے میں شاہ فیصل کے بھتیجے کو نیشنل ٹیلی ویژن سٹیشن کو بند کرانے کی غرض سے کیے گئے حملے کے دوران قتل کر دیا گیا اور اس ساری صورت حال کا نقصان یہ ہوا کہ پھر ہمیشہ کی طرح عوام الناس نے علمائے کرام کے اختلاف سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہر طرح کی حد کو پار کر دیا، جس کے نتیجے میں اب ہم بھی اُن مصائب اور مشکلات کا شکار ہیں، جس کا شکار کئی دہائیاں پہلے مغربی معاشرہ ہو چکا ہے۔

اب جو علمائے کرام صرف یہ کہہ کر اس مسئلے سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں کہ یہ ایک اختلافی معاملہ ہے، تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ آگے آنے والے حالات کی ذمہ داری اُن پر نہیں ہوگی، جبکہ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے بعد سرزمینِ عرب پر پھیلنے والے جدت زدہ فتنوں کی صورت حال بھی ان کے سامنے ہے۔

یقیناً اللہ رب العزت نے ہمیں تقویٰ کی تلقین فرمائی ہے اور تقویٰ کا لباس بہترین لباس قرار دیا ہے، یہ وہ لباس ہے جس پر فتنوں کی گولیاں اثر نہیں کرتیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری نجات اپنے اسلاف اور اکابر کی پیروی میں ہے، نہ کہ مادی ترقی سے متاثر ہو کر دین کو بدلنے میں۔

آپ اور آپ کا سمارٹ موبائل فون

اس حوالے سے بہت سی خبریں سننے میں آئی تھیں کہ آپ کا موبائل فون بغیر آپ کی اجازت کے آپ کی ویڈیو بھی بنا سکتا ہے اور آپ کی باتیں کسی اور تک پہنچا بھی سکتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ہر سنی سنائی بات پر یقین کرنا کوئی مناسب عمل نہیں، اب جبکہ ہم نے خود اس پر تجربہ کر کے اس بات کی یقین دہانی کر لی ہے کہ یہ بات بالکل درست ہے تو اب اس کے بارے میں آپ حضرات کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے۔

پہلے تو اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ آپ اپنے موبائل پر جن کمپنیوں کی ایپلیکیشنز استعمال کرنے پر مجبور ہیں، جیسا کہ گوگل کا اینڈرائڈ آپریٹنگ سسٹم جو کہ آپ کے سمارٹ موبائل کو چلاتا ہے یا واٹس ایپ جس کے ذریعہ سے آپ لوگوں سے رابطے میں ہیں یا فیس بک جو کہ آپ کو سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا سے رابطے میں مدد فراہم کرتا ہے یا ایسی دیگر ایپلیکیشنز، یہ تمام تو بنیادی طور پر ہی اس بات کا مکمل اختیار رکھتی ہیں کہ آپ کی پرسنل انفارمیشن یعنی انتہائی ذاتی معلومات جس میں آپ کے موبائل کے کیمرے اور مائیک تک رسائی، آپ کے موبائل پر موجود کانٹیکٹس یعنی رابطوں کی تفصیل، آپ کے میسیجز یعنی پیغامات، آپ کی تصاویر اور ویڈیوز جو آپ نے اپنے موبائل پر محفوظ کی ہیں اور آپ کی لوکیشن جس پر آپ موجود ہیں یا جہاں جہاں آپ موبائل ساتھ لے کر گئے تھے، ان تمام چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں، ان معلومات کو محفوظ کریں اور مستقل بنیادوں پر اپنے نئے منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان معلومات کو استعمال کریں۔

اب اس موقع پر اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ان کمپنیوں کو ہمارے پرسنل ڈیٹا تک رسائی حاصل بھی ہے تو انہوں نے ہماری ان معلومات کا کرنا کیا ہے؟ یا پھر یہ کہ ہم کون سا کوئی ایسا غیر قانونی کام کر رہے ہیں جس سے ہمیں کسی نقصان کا اندیشہ ہو؟

تو یہ بات مان لیتے ہیں کہ آپ کوئی غیر قانونی کام نہیں کر رہے، اس لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن کون عقلمند یہ چاہے گا کہ اس کی نجی زندگی کے متعلق ساری معلومات ہر وقت کوئی اکٹھی کر رہا ہو، آپ کی باتیں ریکارڈ کی جارہی ہوں، بند حالت میں بھی آپ کا موبائل آپ کی نقل وحرکت اور بات چیت کی تفصیل، تصاویر اور ویڈیوز محفوظ کر رہا ہو۔

اس حوالے سے بہت سے واقعات تو پہلے بھی سامنے آئے تھے کہ ایپ سٹور پر موجود عام

ایپلیکیشنز جو کہ کسی بھی ایپلیکیشن ڈویلپر کی بنائی ہوئی ہوسکتی ہیں، وہ آپ کے پرسنل ڈیٹا تک رسائی حاصل کر لیتی ہیں، آپ کی ویڈیو بنانے، آپ کی آواز ریکارڈ کرنے اور آپ کی دیگر ذاتی معلومات حاصل کرنے تک کا اختیار اُن کے پاس آجاتا ہے۔

وہ لوگ جو کہ اپنے موبائل مرمت کے لیے کسی کے پاس بھیجیں، یا کسی کے بھیجے ہوئے میسج میں آنے والے کسی لنک کو کھول کر دیکھیں، یا کوئی انجانی فائل ڈاؤنلوڈ کرلیں، یا وجہ بے وجہ ایپ سٹور سے گیمز اور دیگر ایپلیکیشنز ڈاؤن لوڈ کر کے استعمال کرنے کے عادی ہوں، وہ باآسانی اپنے موبائل میں کسی اور کو رسائی دینے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا کچھ نہ بھی ہو تو جن ایپلیکیشنز کا ذکر شروع میں کیا ہے، وہ تو آپ کی ساری ذاتی معلومات حاصل کر رہی ہیں۔

اس حوالے سے کم سے کم بھی احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ:

۱: اپنی ذاتی زندگی کی حفاظت کے لیے اپنی سمارٹ ڈیوائسز کے کیمروں پر ٹیپ لگا کر اُن کو بند کریں۔

۲: اہم بات کرتے ہوئے ان کو اپنی آواز کی پہنچ سے دور رکھیں۔

۳: اس بات کا یقین رکھیں کہ سمارٹ ڈیوائس جہاں بھی آپ کے ساتھ ہے، وہاں آپ کی موجودگی کے بارے میں آپ کے علاوہ اور بھی کوئی جان سکتا ہے۔

سوشل میڈیا اور اسمارٹ ڈیوائسز کے ذریعے سے آپ کی ذاتی معلومات دوسروں تک پہنچنے کے باعث ہونے والے بہت سے حادثات پہلے بھی مقامی اور غیرملکی اخباروں کی زینت بن چکے ہیں۔

اس ساری تحریر کا مقصد آپ کو اس بات کا اشارہ دینا تھا کہ آپ کے آس پاس موجود سمارٹ ڈیوائسز جیسے موبائل فون، لیپ ٹاپ، سمارٹ ٹی وی، سکیورٹی کیمرے اور دیگر اس طرح کی چیزیں اگرچہ وہ آپ کی ملکیت ہوں یا کسی اور شخص کی، یہ آپ کی ذاتی زندگی میں بھرپور دخل اندازی کر رہی ہیں، آپ کی ذاتی معلومات اکٹھی کر رہی ہیں، اور اس معلومات کو بگ ڈیٹا کا حصہ بنا کر آرٹیفیشل انٹیلی جنس یعنی مصنوعی ذہانت کے مختلف منصوبوں میں استعمال بھی کر رہی ہیں، جو کہ ظاہر میں تو آپ کے فائدے کے لیے بھی ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے باطنی عزائم تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

عقلمند کو تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، اس حوالے سے مزید تحقیق آپ خود بھی کر سکتے ہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

معاشرہ میں احسان وایثار کا اُسوۂ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

''حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ'' سے مستنبط فقہی رہنما اصول

ابتدائے آفرینش سے یومِ ازل تک قائم سلطنت ومملکت کے مالک ومختار نے اس طلسماتی کارخانۂ عالم میں مختلف طبائع ومزاج کے حامل افراد کو عدم سے وجود بخشا، اور ان کی انفرادیت کو اجتماعیت کے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے ان کے مابین اُلفت ومحبت کا بیج بویا، جس کے ساتھ منسلک قرابت، اُخوت ورفاقت جیسے گراں قدر رشتوں کی پاسداری اور انہیں نبھانے کا تاکیدی حکم صادر کیا۔ اس نظامِ اجتماعیت کے قیام کو برقرار رکھنے کے لیے باہمی حسنِ سلوک اور رواداری کا درس دیا، جس نے ایک ایسے معاشرے وسوسائٹی کو وجود بخشا جس میں ایثار وہمدردی کے جذبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور عملی زندگی کا حصہ بنایا جاتا تھا۔

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور اس گلدستۂ رنگ وبو میں مزید حسن ونکھار پیدا کرنے کے لیے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو احسان وایثار کا حکم دیا، اور اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفسِ نفیس مالی اعتبار سے کمزور وخستہ حال اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ خصوصی تعاون کیا، جس کی ایک نظیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا مفصل واقعہ ہے۔ معرکۂ اُحد میں والد کی شہادت سے سرفرازی، ان کے سابقہ قرض وحقوق کی ادائیگی کا بار اور دیگر خانگی مشکلات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کیا، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

''عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا، فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ، قَالَ: فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِيْ، وَضَرَبَهُ، فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ، قَالَ: بِعْنِيْهِ بِوُقِيَّةٍ، قُلْتُ: لَا، ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيْهِ، فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ،

وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي، فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي، فَقَالَ: أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ، وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ.'' (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک اونٹ پر جارہے تھے جو تھک گیا تھا، انہوں نے اسے (جنگل میں) آزاد کرنا (یعنی چھوڑ دینا) چاہا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آکر ملے اور میرے لیے دعا کی اور اونٹ کو مارا، پھر وہ ایسا چلا کہ وہ ایسا کبھی نہیں چلا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے ہاتھ ایک اوقیہ پر بیچ ڈال۔ میں نے کہا: نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔'' میں نے ایک اوقیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچ دیا اور اپنے گھر تک اس پر سواری کی شرط لگائی۔ جب میں اپنے گھر پہنچا تو اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قیمت میرے حوالے کی، میں واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا: ''کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تجھ سے تیرا اونٹ لینے کے لیے قیمت کم کراتا تھا؟ اپنا اونٹ اور پیسے لے جا، یہ تیرے لیے ہے۔''

اس مفصل واقعہ سے کم وبیش تیس فقہی و اِصلاحی فوائد بفضل اللہ مستنبط ہوتے ہیں، جو ہدیۂ قارئین ہیں:

❶ - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری معجزہ: متعدد طرق سے مروی اس واقعہ میں صراحت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ شدید تھکاوٹ کی بنا پر چلنے سے عاجز آگیا تھا، نیز اب اس کے ساتھ آئندہ منازل و مراحل کو طے کرنا نہایت دشوار معلوم ہوتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پوری صورت حال کو دیکھا تو اس اونٹ کے قریب تشریف فرما ہوکر اسے کچوکہ لگایا، جس سے وہ برق رفتار تیز دوڑنے لگا۔ (۲)

اس کے علاوہ دیگر متعدد مواقع پر اس قسم کے معجزات کا ظہور ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر شاہد ہیں، جیسا کہ غزوۂ حنین سے قبل کفار کی جانب سے حملہ کی اطلاع ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جرأت ودلیری کے ساتھ تن تنہا حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوکر اس مقام کا جائزہ لیا، حالانکہ وہ گھوڑا چلنے کے قابل نہ رہا تھا، اور واپسی پر ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس گھوڑے کو گویا سمندر میں تیز رفتار دوڑتا محسوس کیا۔ (۳)

❷ - اکابر کا اصاغر کی نگہداشت کرنا اور امور مہمات میں اپنی تجرباتی آراء سے مطلع کرنا، جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ماموں نے اونٹ فروخت کیے جانے پر ناگواری کا اظہار کیا، اس ناگواری کی وجہ سے متعلق صاحبِ ''فتح المنعم'' لکھتے ہیں:

''درحقیقت عرب معاشرے میں اونٹ کا وجود ایک گراں قدر سرمایہ تصور کیا جاتا تھا، نیز

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس زمین سیرابی کے واسطہ کوئی دوسرا جانور میسر نہ تھا۔ بعض حضرات نے جو یہ رائے پیش کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قیمتِ مستحقہ سے کم ادا کیا، جس پر انہیں مستحقِ ملامت سمجھا گیا، یہ بات صریح البطلان ہے (چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فیاض ذات سے یہ بات نہایت بعید ہے)۔'' (۴)

❸ -مشتری کا مالک سے اس کی مملوکہ شئے کی بیع کے مطالبہ کرنے کا جواز: اس واقعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صورت حال کا بغور جائزہ لیا اور بیع کا ازخود مطالبہ کیا۔ (۵)

❹ -عقدِ بیع میں مساوَمہ (بھاؤ تاؤ) کرنا درست ہے، جیسا کہ اس قصہ میں ہے: ''أتراني ماكستك لآخذ جملك، خذ جملك، ودراهمك، فهو لك''۔ (۶)

المماكسة: ثمن میں کمی کے مطالبہ کو کہا جاتا ہے، اسی سے ''مکس الظالم'' جبراً ٹیکس وصولی کو کہتے ہیں۔ (۷)

❺ -کنواری عورت سے نکاح مستحب ہے۔ یہی وجہ ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفہامِ انکاری کے ساتھ دریافت کیا: ''أفلا تزوجتَ بكرا تلاعبها وتلاعبك؟''

اسی روایت کو مدار بناتے ہوئے امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں ''باب ما جاء في تزويج الأبكار'' کے عنوان سے ''ترجمة الباب'' قائم کیا۔

اس کی حکمت علماء نے زوجین کے مابین اُلفت ومحبت میں اضافہ ذکر کی ہے۔

❻ - اس واقعہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے، جنہوں نے خانگی حالات ومصلحتِ عیال کو نفس اور اس کے طبعی تقاضوں پر مقدم رکھا، جیسا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی عورت سے نکاح کی وجہ بیان کی، فرمایا:

''استشهد والدي، ولي أخوات صغار، فكرهت أن أتزوج إليهن مثلهن، فلا تؤدبهن ولا تقوم عليهن، فتزوجّتُ ثيّبًا لتقوم عليهن وتؤدبهن.''

یعنی میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے، میری چھوٹی بہنیں تھیں، انہی کے برابر نوعمر لڑکی کو نکاح میں لانا مجھے ناگوار ہوا، چونکہ وہ ان کی دیکھ بھال اور آداب ومعاشرت کے حوالے سے تلقین میں کامل نہیں ہوگی، لہٰذا میں نے ایسی عورت سے نکاح کو ترجیح دی جو شادی شدہ ہو، تاکہ وہ ان کی تعلیمِ آداب ومعاشرت پر توجہ دے سکے۔ (۸)

اس سے ثابت ہوا کہ آج بھی اگر کوئی شخص خانگی احوال ومصلحت کے پیشِ نظر ثیّبہ عورت سے نکاح

کرتا ہے تو یہ نکاح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس مبارک طرزِ عمل کی بنا پر باعثِ سعادت ہوگا۔

❼ - سفر سے واپسی پر مسجد میں دوگانہ رکعت سے ابتدا کرنے کے استحباب کا ثبوت ملتا ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی یہی تھا، جیسا کہ معجم طبرانی کی روایت میں ہے:

''عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لَا يَقْدَمُ مِنَ السَّفَرِ إلَّا نَهَارًا فِيْ الضُّحٰى، فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْـمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ.''

چنانچہ فقہاء نے اس عمل کو مستحب لکھا ہے۔ (۹)

❽ - اس واقعہ سے ایک ضابطۂ معروف کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے، وہ ''الدال علی الخیر والإرشاد إليه من أبواب البرّ'' ہے۔

حدیث نبوی میں اس مفہوم کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

''من دلّ على خير فلهٗ مثل أجر فاعلہٖ.'' (۱۰)

❾ - اس واقعہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت وفیاضی کا علم ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے ہیں:

''كان النّبيّ صلى الله عليه وسلم أحسنَ الناس، وأجودَ الناس، وأشجعَ الناس.'' (۱۱)

❿ - اس واقعہ سے انبیاء وصلحاء کے ہدایا کا تبرک اور ان کو حفاظت واہتمام سے رکھنے کی اصل معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے الفاظ روایات میں ملتے ہیں:

''أعطاني أوقيّة من ذهب، وزادني قيراطًا، فقلت: لاتفارقني زيادة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكان في كيس لي، فأخذهٗ أهل الشام يوم الحرّة، وفي رواية:'' لاأنفق أبدا.'' (۱۲)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک سونے کا اوقیہ دیا، اور ایک قیراط اضافی مرحمت کیا، میں نے اس وقت دل میں عہد کیا کہ اس اضافی ثمن کو اپنے سے کبھی علیحدہ نہ ہونے دوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس ثمن کو کبھی خرچ اور استعمال میں نہیں لاؤں گا۔''

بہر حال اس کو بطور حفاظت ایک تھیلی میں رکھا، مگر حرۃ کی لڑائی کے دن جو سن ۶۳ ہجری کو پیش آئی، جس میں اہلِ شام نے اہلِ مدینہ کے خلاف زور آزمائی کی تو میری وہ تھیلی اُٹھالے گئے، چنانچہ حکیم

الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو تبرک بآثار الصالحین کی اصل قرار دیا ہے۔ (۱۳)

⓫ - امیرِ لشکر کی اجازت سے بعض افراد کا دیگر رفقاء سے قبل اپنے مسکن لوٹنا درست ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ (۱۴)

⓬ - قرض کی ادائیگی اور حقوقِ واجبہ کی سپردگی میں کسی دوسرے شخص کو وکیل مقرر کرنا درست ہے، اس واقعہ میں صراحت ملتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے وکیل بنا کر ثمن کی ادائیگی کا حکم دیا۔ نیز یہ مسئلہ فقہاء کرام کے نزدیک بھی مسلم و متفق علیہ ہے۔ (۱۵)

⓭ - اپنے اصحاب و اقرباء کو دعاؤں سے نوازنا چاہیے، چنانچہ اس واقعہ سے متعلق سننِ ترمذی میں واقع ایک طریق میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''استغفرلي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ليلة البعير خمسًا وعشرين مرةً.'' (۱۶)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بیع وشراء کے معاملہ والی رات میں مجھے پچیس دفعہ دعائے مغفرت سے نوازا۔''

اس روایت کو اپنی سنن کا حصہ بنا کر امام ترمذیؒ اس رحم وشفقت کی وجہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

''دراصل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد نے معرکۂ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا، ان کی متعدد بیٹیاں تھیں، جن کی دیکھ بھال و پرورش کی ذمہ داری یک دم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سر آئی، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔''

⓮ - مشکل حالات میں مالی تعاون: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفقاء واصحاب کے ساتھ مشکل حالات وگھڑی میں مالی تعاون کا عملی نمونہ پیش کیا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ کی بیع وشراء کے معاملہ سے مقصود تعاون تھا، لہٰذا یہ حقیقتاً بیع نہیں تھی، بلکہ صورتاً اس پر بیع کا اطلاق کیا گیا، جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہے:

''قلتُ: فدلّ ذٰلك (إعادة المبيع مع الزيادة في الثمن) أن ذٰلك القول الأول لم يكن على التبايع.'' (۱۷)

نیز اس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

''فَلَمْ يَقْبَلْ مِنِّيْ إِلَّا بِثَمَنٍ رِفْقًا بِيْ.'' (۱۸)

⓯ - ان روایات کے ظاہر سے بیع بالشرط کا جواز معلوم ہوتا ہے، جس کو امام احمدؒ اور ان کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔

البتہ جمہور ائمہ اس مسئلہ میں دیگر مستدلات وضوابطِ کلیہ کی روشنی میں اس کے عدمِ جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ روایت میں ہے:

’’نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعٍ وَّشَرْطٍ.‘‘(۱۹)

نیز ایک روایت میں ہے: ’’أَنَّهٗ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثنيا.‘‘(۲۰)

بہرحال اس موضوع سے متعلق روایات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ذکر کردہ روایات میں تاویل و توجیہ ضروری ہے، تاکہ ان تمام روایات کے معانی ومفاہیم میں کسی قسم کا تعارض باقی نہ رہے۔(۲۱)

⑯ -معمولی باتوں پر دل کو مکدر کرنا اور طبیعت پر بوجھ لینا یہ شرفِ انسانی کے خلاف ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تعلق کے باوجود نکاح وولیمہ میں مدعو نہ کیا، مزید یہ کہ اطلاع ملنے پر آپ ﷺ نے ذرا بھر بھی ناراضی کا احساس نہ ہونے دیا، بلکہ ان کے ساتھ سخاوت وفیاضی کا معاملہ کیا، یہی صورت حال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آئی، اس پر بھی آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔(۲۲)

⑰ -بڑا بھائی اہل وعیال کی نگہداشت وکفالت میں بمنزلہ والد کے ہوتا ہے، اس مفہوم کی ادائیگی کے لیے معجم طبرانی میں یوں الفاظ ملتے ہیں:

’’الكبير من الإخوة بمنزلة الوالد.‘‘(۲۳)

واقعۂ مذکورہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک مشفق باپ کی طرح سے اپنے خانگی مسائل وحالات کو طبعی وذاتی تقاضوں پر مقدم رکھ کر سبق آموز داستان رقم کی۔

⑱ -گائے میں سنت عمل ذبح کرنا ہے، جبکہ اونٹ میں اس کے برعکس نحر کرنا ہے، جیسا کہ اسی واقعہ سے متعلق تفصیلی روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے واپسی پر مدینہ منورہ کے تین میل فاصلہ پر واقع صرار مقام پر گائے کے ذبح کا حکم دیا، جس کو تمام اصحاب رضی اللہ عنہم نے شکم سیر ہو کر کھایا۔(۲۴)

چنانچہ اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔(۲۵)

⑲ -ثمن کی عدم موجودگی یا فی الفور عدم دستیابی کی صورت میں بیع کے جواز کا ثبوت: چونکہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو موضعِ عقد پر ثمن حوالہ نہیں کیا، بلکہ مدینہ منورہ پہنچنے پر اونٹ حاضرِ خدمت کرنے پر اُن کو ثمن سپرد کیا۔(۲۶)

چنانچہ مشہور عالم متبحر وفقیہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’صح بيعهٗ بثمن حال و مؤجل إلى معلوم.‘‘(۲۷)

⑳ - بڑوں کی بات کو توجہ سے سننا اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا، جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں نبی اکرم ﷺ کے معجزہ سے جب اونٹ برق رفتار تیز دوڑنے لگا تو آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ کو سوار ہونے کا حکم دیا، ابھی کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ پڑا، نبی پاک ﷺ ان سے بیع کی بات کرنے کے لیے قریب تشریف لانے کی کوشش کرتے، اور دوسری جانب حضرت جابر رضی اللہ عنہ آپ کی گفتگو کو سننے کی غرض سے گھوڑے کی لگام کو قابو کرنے کے لیے کوشاں تھے، جیسا کہ روایت میں الفاظ ملتے ہیں: ''فَكُنْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَحْبِسُ خِطَامَهٗ لِأَسْمَعَ حَدِيثَهٗ، فَمَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ.''(۲۸)

㉑ - روایت بالمعنی کے ثبوت پر دلیل: یہ واقعہ متعدد طرق واسانید سے مروی ہے، جن میں اونٹ کی قیمت کے بیان میں رواۃ کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے، ایک، تین، پانچ اور سات اوقیہ مختلف تعداد منقول ہیں، جن میں تطبیق قدرے دشوار ہے، جیسا کہ حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''واختلف الرواة في ثمن البعير على ستة أو سبعة أوجه، ولاحاجة عندي إلٰى طلب التوفيق بينهما.''(۲۹)

نیز قاضی عیاض مالکیؒ اس اختلاف کے بنیادی سبب پر کچھ یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''وغاية سبب الاختلاف أنهم رووا بالمعنى.''(۳۰)

اس اختلاف کا منشا ومنتہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بالمعنی روایت کو نقل کرنا ہے۔

㉒ - نبی اکرم ﷺ کا منشا ومقصد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طور پر تعاون واحسان کرنا تھا کہ کسی دوسرے شخص کے دل میں اس کی طمع پیدا نہ ہو، چنانچہ عقدِ بیع کے بعد بھی اونٹ کو ان کے قبضہ میں برقرار رکھا، اور ثمن کی ادائیگی میں اضافہ فرمایا۔(۳۱)

㉓ - الفاظِ کنایات کے استعمال پر ثبوت: نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''هو لك.''(۳۲)

اس بات سے کم وبیش ہر صاحبِ عقل بخوبی واقف ہے کہ کنائی الفاظ سے معنی مرادی کا سمجھنا قدرے سہل ہوتا ہے، جس سے انسان نفس میں راحت وخوشی محسوس کرتا ہے۔

㉔ - قرض کی ادائیگی کرتے ہوئے رقم میں بدون شرط اضافہ کرنا اور وزن کو جھکتا تولنا طریقۂ نبوی ﷺ ہے، اس واقعہ میں آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اونٹ کے ثمن سمیت اضافی اوقیہ دینے کا حکم دیا۔

سوید بن قیس رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ترمذی میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، اور شلوار سے متعلق بھاؤ تاؤ کرنے لگے، بہرحال معاملہ طے ہونے پر ثمن وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ اس

ثمن کو وزن کرواور جھکتا تولو۔ (۳۳)

㉕ - بڑوں کے سامنے ایسے مبہم جملوں کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے جو دائرہ ادب سے خارج معلوم ہوں، اس واقعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالبۂ بیع پر انکار کا جملہ اسی وہم کو پیدا کرتا ہے، اگرچہ یہ ان کی مراد کے معارض ہے، جیسا کہ دیگر طرق سے عیاں ہوتا ہے: ''ثَبَتَ قَوْلُ جابرؓ ''لَا''، ولکن معناہ'' لاأبیعه بل أهبه لك، والنفي يتوجه لترك البيع، لا لكلام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم والدليل عليه رواية وهب بن كيسان عن جابرؓ عند أحمد: أتبيعني جملك هٰذَا يَا جَابر؟ قلت: بل أهبهُ لَك.''(۳۴)

㉖ - عقدِ بیع کی صحت سے متعلق ایک ضروری شرط ثمن کا متعین ہونا ہے، جس پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ (۳۵) اس واقعہ میں اونٹ کی قیمت سے متعلق مختلف الفاظ ملتے ہیں، جن پر تبصرہ کرتے ہوئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اختلفوا في ثمن الجمل اختلافًا لايقبل التلفيق، وتكلف ذٰلك بعيد عن التحقيق.... ثم قال: وإنما تحصل من مجموع الروايات أنهٗ باعه البعير بثمن معلوم بينهما، وزادهٗ عند الوفاء زيادة معلومة.''

یعنی اونٹ کی حقیقی قیمت سے متعلق روایات میں اس قدر شدید اختلاف ملتا ہے کہ جس میں تطبیق کی صورت ممکن نہیں، اور تطبیق کی بے جا کوشش تکلف سے خالی نہیں۔ چند سطور بعد فرماتے ہیں: ''مجموعۂ روایات سے یہ قدرے مشترک نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ثمن متعین کے ساتھ بیع کی، اور اضافۂ معلوم سے بھی نوازا۔ (۳۶)

㉗ -صلحاء کی برکت سے زندگی سنور جاتی ہے اور حسنِ خاتمہ نصیب ہوتا ہے، اس سلسلہ میں ابن عساکر نے بسندِ ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اونٹ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ تک میرے پاس رہا، لیکن جب وہ عمر رسیدہ ہوگیا تو میں اس سمیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس کا مکمل واقعہ عرض کیا، خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو بیت المال کے سرکاری اونٹوں کا حصہ بنا کر عمدہ چراہ گاہ میں چرنے چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، حتیٰ کہ اس نے آخری سانس لیا۔ (۳۷)

㉘ - بڑوں کے سامنے حق بات یا اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ان کے مرتبہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مدینہ تک پہنچنے کے لیے اونٹ کے سپرد نہ کرنے کی شرط لگائی: ''فَبِعْتُهٗ عَلٰى اَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهٖ، حَتّٰى اَبْلُغَ الْمَـدِيْنَةَ.''

اس واقعہ سے زیادہ حدیثِ بریرۃؓ اس قاعدہ کو واضح کرتی ہے۔ (۳۸)

㉙ - اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ساتھی کے ساتھ بے تکلفی ہو، اس سے کسی چیز کا سوال یا مطالبہ کرنا درست ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا۔ (۳۹)

㉚ - مسلمان بھائی کا ہدیہ قبول کرنا طریقۂ مسنونہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

١: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٧

٢: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه،رقم الحديث: ٤٠٩٧

٣: اس قسم کے متعدد واقعات کو قاضی عیاض مالکیؒ نے ''الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ، فصل في كرامته وبركاته وانقلاب الأعيان لهٗ فيما لمسه أو باشرهٗ ﷺ'' میں یکجا کیا ہے، ملاحظہ ہو: ١/٣٣٠، ط: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

٤: فتح المنعم، ص:٦/٤٣١، ط: دار الشروق

٥: صحيح مسلم، الاستسقاء، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٦: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٧

٧: النهاية لابن الاثير: ٤/٣٤٩، المكتبة العلمية

٨: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٩: الدر المختار وحاشية ابن عابدين: ٢/٢٤، ط: دار الفكر، بيروت

١٠: سنن الترمذي، أبواب العلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله، رقم الحديث :٢٦٧١

١١: الكواكب الدراري، لشمس الدين الكرماني: ١٢/٣٩، دار إحياء التراث العربي

١٢: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث: ٤١٠٠

١٣: التكشف عن مهمات التصوف، ص:٤٥٩، ادارۃ تألیفات اشرفیہ

١٤: شرح النووي: ١١/٣٦، ط. دار إحياء التراث العربي، بيروت

١٥: البحر الرائق في شرح كنز الدقائق: ٧/١٤٣، ط: دار الكتاب الإسلامي

١٦: سنن ترمذي، كتاب المناقب، رقم الحديث: ٣٨٥٢

١٧: شرح معاني الآثار: ٤/٥٦٤٧، ط: عالم الكتب

١٨: فتح الباري لابن حجر في شرحه: ٥/٣١٩ ، دار المعرفة بيروت، لبنان

١٩: معجم الأوسط، رقم الحديث :٣٣٦١، ط : دار الحرمين، القاهرة

٢٠: سنن الترمذي، رقم الحديث :١٢٩٠

٢١: شرح معاني الآثار: ٤/٥٦٤٧

٢٢: سنن الترمذي: ٣٣٥٣

٢٣: المعجم الكبير للطبراني، ص: ١٣/٤٣٩٢، ط:مكتبة الإصالة والتراث

٢٤: مسلم، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤١٠٠

٢٥: الدر المختار وحاشية ابن عابدين: ٦/٣٠٣، دار الفكر، بيروت، لبنان

٢٦: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث:٤٠٩٨
٢٧: الدرالمختار شرح تنوير الأبصار، ص :٣٩٦، ط: دار الكتب العلمية
٢٨: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث :٤١٠٠
٢٩: فيض الباري، ص:١١١/ ٤، ط:دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان
٣٠: الكنز المتواري للشيخ زكريا الكاندهلوي: ١٤٨/ ١٢
٣١: فتح الباري لابن حجرؒ في شرحه:٣١٩/ ٥، ط: دار المعرفة بيروت، لبنان
٣٢: صحيح مسلم، باب البعير واستثناء ركوبه، رقم الحديث :٤٠٩٧
٣٣: سنن الترمذي، باب ما جاء في الرجحان في الوزن:١٣٠٥
٣٤: عمدة القاري: ٢٩٤/ ١٤، دار إحياء التراث العربي، بيروت
٣٥: بدائع الصنائع : ١٥٦/ ٥، ط: دارالكتب العلمية
٣٦: فتح الباري: ٣٢١/ ٥، دار المعرفة، بيروت، لبنان
٣٧: تاريخ ابن عساكر: ٢٢٥/ ١١، ط: دار الفكر
٣٨: صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب البيع والشراء مع النساء، رقم الحديث:٢١٥٦
٣٩: الهداية:٢٢٢/ ٣، دار إحياء التراث العربي، بيروت

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

کرپٹوکرنسی، این ایف ٹی، اور بلاک چین

تعارف، مغالطے، شرعی نقطۂ نظر اور ہماری ذمہ داری

(پہلی قسط)

جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی
لیکچرر کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ
کارک انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (سی آئی ٹی) آئرلینڈ

کرپٹوکرنسی کا موضوع پچھلے ایک عرصہ سے اہلِ علم کے زیر بحث ہے، تقریباً تمام اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ کرپٹوکرنسی کا کاروبار محض ہندسوں کا گورکھ دھندہ ہے۔ قمار بازی کی خطرناک نئی شکل ہے۔ کرپٹو کرنسی فقہی اور قانونی لحاظ سے کسی طور پر بھی کرنسی کے درجہ میں شمار نہیں کی جاسکتی۔ کرپٹوکرنسی کا فرضی تخیُّلاتی کاروبار معاشرے میں معاشی اَبتری اور مفروضوں پر مبنی کاروبار کے فروغ کا ایک ناجائز حربہ ہے۔ اہلِ علم کی اس رائے کے سامنے دھندے سے وابستہ افراد یہ چقمہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ناجائز کہنے والے علماء کرام درحقیقت کمپیوٹر کی ان مہارتوں سے دور ہیں، جو اس سسٹم کو سمجھنے کے لیے درکار ہیں۔ ان کے اسی بے تکے اشکال یا دھوکے سے آگاہ کرنے کے لیے کمپیوٹر سائنس کے ایک ماہر صاحبِ علم کی فنی تحقیق نذرِ قارئین کی جارہی ہے، تاکہ ان قمار بازوں کا یہ دھوکہ یا واہمہ بھی وا ہوسکے۔ اس مضمون کا فنی اور تعارفی پہلو اس موضوع پر تحقیق کرنے والے اہلِ علم و صاحبانِ تحقیق کے لیے اچھی افادیت کا حامل ہے۔

محترم مضمون نگار صاحب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی منسٹر ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی (MTU) آئرلینڈ کے کمپیوٹر سائنس ڈیپارٹمنٹ میں لیکچرار ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے بلاک چین کے موضوع پر تدریس و تحقیق انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے ۲۰۱۱ء میں یونیورسٹی آف پیرس VI، فرانس سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے آٹھ کتابیں لکھی ہیں جن میں سے دو کتابیں بلاک چین ٹیکنالوجی سے متعلق ہیں، جس میں سے ایک کتاب کو باقاعدہ ٹیکسٹ بک کے طور پر آئرلینڈ میں ماسٹرز کے نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ بلاک چین کے موضوع پر اُن کے دسیوں تحقیقی مقالے دنیا کے بہترین تحقیقی جرائد کے اندر شائع ہوچکے ہیں۔ نیز ایک طالب علم نے بلاک چین کے موضوع پر اُن کی سُپرویژن میں پی ایچ ڈی آسٹریلیا سے مکمل کی ہے اور دوسرے کی پی ایچ ڈی اختتامی مراحل میں ہے۔ وہ کئی بہترین تحقیقی مقالوں کے ایوارڈز وصول کرچکے ہیں۔ اُن کو کمپیوٹر سائنس کے شعبے میں اُن کی تحقیق کی بنیاد پر سن ۲۰۲۰ء اور ۲۰۲۱ء میں دنیا کے ایک فیصد بہترین سائنسدانوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔

(ادارہ بینات)

پچھلے کئی سالوں سے ہمارے پیارے وطن پاکستان میں سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور براڈ کاسٹ میڈیا میں کچھ اس طرح کی باتیں سننے اور پڑھنے کو مل رہی ہیں:

’’کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ ایک لاکھ روپے کی سرمایہ کاری کریں اور چھ سے آٹھ ماہ میں جو منافع حاصل کریں، وہ تقریباً چالیس ہزار روپے ہو؟ یعنی شرحِ منافع ۴۰ فیصد ہو، آپ کے پیسے ایک لاکھ سے ایک لاکھ چالیس ہزار روپے ہوجائیں، کچھ محنت بھی نہ کرنی پڑے اور محض موبائل یا کمپیوٹر کی چند کلک کرنے پر اتنا زیادہ منافع حاصل ہوجائے؟ جی ہاں اب یہ ممکن ہے!!! ابھی کرپٹوکرنسی (بٹ کوائن، ایتھر، لائٹ کوائن وغیرہ) اور این ایف ٹی میں سرمایہ کاری کریں اور اس عظیم الشان منافع کمانے کے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔‘‘

’’اگر حکومتِ پاکستان کرپٹوکرنسی کے ذریعے عالمی مارکیٹ میں سرمایہ کاری کرے تو محض کچھ عرصے میں حکومتِ پاکستان اپنے تمام قرضوں کو معاف کرواسکتی ہے، بلکہ آئندہ پیدا ہونے والا ہر پاکستانی بچہ مقروض ہونے کے بجائے دوسرے عالمی ترقی پذیر ممالک کو قرضہ فراہم کرنے والا ملک بن جائے گا اور پاکستان میں خوشحالی کی چشمے اُبل جائیں گے۔‘‘

ہماری رائے میں یہ وہ زہر کی میٹھی گولی ہے، جو کہ پاکستانی عوام کو دی جارہی ہے اور یہ اس حد تک پاکستانی نوجوانوں میں مقبول ہے کہ ہر تیسرا نوجوان اسی فکر میں ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے منافع کمائے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ کچھ دینی حُلیے والے اشخاص جو کہ اپنے آپ کو دینی حلقے سے جوڑتے ہیں اور علمائے کرام سے اپنا تعلق جتاتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس بات کی بھرپور ترغیب دے رہے ہیں کہ یہ سرمایہ کاری نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ اگر ہم نے بحیثیتِ قوم اس وقت اس عظیم موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا تو ہم صدیوں پیچھے رہ جائیں گے، جیسا کہ آج ہم عالمی معاشی نظام میں پیچھے ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ آج جو ہماری عالمی معاشی نظام میں حالت ہے، وہ ان علمائے کرام کی وجہ سے ہے جنہوں نے ایک صدی پہلے پیپر کرنسی (کاغذی نوٹ) اور بینک کے عالمی نظام کی مخالفت کی اور اُس کو بروقت نہ اپنانے دیا اور آج ہم نے اُن کی اس بات کے ماننے کا انجام دیکھ لیا۔ یہی کچھ لوگ اپنے آپ کو کرپٹوکرنسی، بلاک چین اور کمپیوٹر سائنس کا ماہر گردانتے ہیں اور علمائے کرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ چونکہ وہ کرپٹوکرنسی، بلاک چین اور کمپیوٹر سائنس کے ماہر ہیں اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سارا کرپٹوکرنسی وغیرہ کا نظام صحیح ہے، لہٰذا مفتیانِ کرام ان ماہر لوگوں کی رائے کو مدِنظر رکھتے ہوئے کرپٹو کرنسی کے جائز ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیں۔ ہمارے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ کچھ مفتیانِ کرام جو کہ سوشل میڈیا میں فعال اور مشہور ہیں، ان خودساختہ کمپیوٹر ماہرین کی رائے کی بنیاد پر اور اس بات پر کہ ان ماہر لوگوں کا دینی حلیہ اور ذہن بھی ہے، وہ کرپٹوکرنسی کے جواز کا نہ صرف یہ کہ فتویٰ دے رہے ہیں، بلکہ اب انہوں نے لوگوں کو باقاعدہ کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کی ترغیب بھی دینی شروع کردی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ

کرپٹوکرنسی، بلاک چین اور کمپیوٹر سائنس کے کچھ ماہر حضرات عوام الناس پر یہ بات بھی باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ جو دارالافتاء اور مفتیانِ کرام کرپٹوکرنسی کے جائز ہونے کے بارے میں تردُّد کا شکار ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی کی اصل حقیقت ان مفتیانِ کرام پر عیاں نہیں ہے، اور اپنے تئیں کہہ رہے ہیں کہ ان علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کو کمپیوٹر سائنس کے ماہرین نے کرپٹوکرنسی کی اصل حقیقت نہیں بتائی اور اب چونکہ ہم ماہر ہیں اور آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کررہے ہیں، لہٰذا آپ کرپٹوکرنسی کی حلت اور جواز پر فیصلہ صادر فرمادیں۔

اسکل بیسڈ اکانومی، پاکستان کی سائنس وٹیکنالوجی میں پائیدار ترقی اور کرپٹوکرنسی

اسی کو تھوڑا بڑے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ پاکستان پر اس وقت مجموعی طور پر اربوں ڈالر کا قرضہ ہے۔[3,2,1] اس قرضے سے نجات حاصل کرنے کے لیے براڈ کاسٹ میڈیا میں کچھ لوگ باقاعدہ ایک منظم طریقے سے دعوت دے رہے ہیں کہ حکومت معاشی باگ ڈور ان لوگوں کے حوالے کرے اور وہ کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کرکے پاکستان کو اس قرضے سے نجات دلائیں گے، نیز وہ عوام کو بھی کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کی ترغیب دے رہے ہیں، اور بہت سارے یوٹیوبرز اس کو باقاعدہ ایک ہنر یعنی اسکل skill کے طور پر متعارف کروا رہے ہیں کہ نوجوان نسل اس کرپٹوکرنسی اور این ایف ٹی ٹیکنالوجی کو سیکھے اور پیسے کمائے۔ نیز حکومت بھی اس میں کچھ پیچھے نہیں اور وہ ایسے سوشل میڈیا پر متحرک لوگوں کو نہ صرف یہ کہ ایوارڈ سے نواز رہی ہے، بلکہ اُن کی ان کاوشوں کو سراہ رہی ہے، ہنر یعنی اسکلز سیکھنے کے لبادے میں اس کو اسکلز بیسڈ اکانومی یعنی ہنر پر مبنی معیشت skills based economy کا نام دیا جارہا ہے اور یہ باور کرایا جارہا ہے کہ اس سے ہمارے ملک کی قسمت بدل جائے گی۔ جب ہم یورپ اور امریکہ میں دیکھتے ہیں تو وہاں بھی یہی صورتِ حال ہے، کچھ لوگ وہاں کے سادہ عوام کو بھی اس کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کی ترغیب دے رہے ہیں اور نتیجتاً لوگ جوق در جوق اپنا سرمایہ کرپٹوکرنسی میں لگارہے ہیں۔ راقم یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان اگر عالمی طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی میں دیرپا ترقی sustainable scientific development کرنا چاہتا ہے تو ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کی خدمت کرنی ہوگی، نہ کہ چند ہنر یعنی اسکلز عوام کو سکھا کر وقتی طور پر نفع حاصل کرلیا جائے، جیسا کہ کرپٹوکرنسی کے معاملے میں کیا جارہا ہے۔ آپ کو اگر نئی ٹیکنالوجی پر کام کرنا ہے اور سائنس میں پاکستان اور مسلمانوں کا نام روشن کرنا ہے تو مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے بس اُن کی ٹیکنالوجی کو مِن وعَن اختیار کرنے اور صرف استعمال کرنے کے بجائے ایسے عالمی معیار کے محققین اور سائنسدانوں کی ایک کھیپ تیار کیجئے جو کہ عالمی سطح کی تحقیق کرکے ایسے متبادل حل اُمت کو دیں جو کہ شریعت کے اصولوں کے مدِنظر رکھتے ہوئے بنائے گئے ہوں۔ ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ کیوں پاکستان کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی یونیورسٹیوں میں صرف مغرب کی سائنسی تحقیق اور ٹیکنالوجی کو پڑھایا جاتا ہے؟ اور تحقیق، جستجو، تنقیدی سوچ اور سائنسی دنیا میں کچھ نیا کرنے کا فقدان ہے؟ اور

کیوں اگر کچھ سائنسدان اعلیٰ معیار کی تحقیق کرنا بھی چاہیں توان کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے؟

حلال کمانے اور خرچ کرنے کی اہمیت اور اسلاف کا طرزِ عمل

علمائے کرام سے ہم یہ سنتے رہتے ہیں کہ مال کماؤ تو حلال کماؤ اور خرچ کرو تو جائز مصارف میں خرچ کرو۔ ہم اسلاف کے واقعات پڑھتے رہتے ہیں کہ وہ مال کمانے میں تقویٰ اختیار کرتے تھے، اور مشتبہ مال سے بھی اجتناب برتتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ اعمال میں لکھا ہے کہ کس طریقے سے انہوں نے حلق میں اُنگلی ڈال کر قے کردی کہ کہیں مشتبہ مال ان کے جسم کا حصہ نہ بن جائے۔ ہماری درخواست خاص طور پر نوجوانوں سے یہ ہے کہ صرف مادی چیزوں میں نہ اُلجھ جائیں اور صرف پیسہ کمانا ہی ہمارا مقصد نہ ہو، بلکہ ہم اپنی نیت درست کریں، ملک وملت و دین کی خدمت کی نیت کریں اور پھر جائز طریقے سے جتنا چاہیں پیسہ کمائیں۔ جائز طریقوں سے کمائی کرنا کوئی منع نہیں ہے۔

کیا اگلا عالمی معاشی نظام کرپٹو کرنسی کی بنیاد پر ہوگا؟

بہت ہی مخلص انداز میں بعض لوگ اس بات کی ترویج واشاعت کررہے ہیں کہ:

’’اگر ہم ابھی بھی حرکت میں نہیں آئیں گے اور کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری نہیں کریں گے اور اس کو اختیار نہیں کریں گے تو عالمی معاشی نظام ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔‘‘

ان لوگوں کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ وہ علمائے کرام کو دلیل سے قائل کرلیں کہ آپ علمائے کرام اس کرپٹو کرنسی کو جائز قرار دے دیں، کیونکہ اگلی معاشی صف بندی میں کرپٹو کرنسی کو بنیادی اہمیت حاصل ہوگی۔ اس دلیل کو اور مضبوط کرنے کے لیے یہ حضرات یہ بات کہہ رہے ہیں کہ اب سے تقریباً سو سال پہلے مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیپر کرنسی کے بارے میں کہا تھا کہ یہ رائج ہوکر رہے گی اور آج ہم نے دیکھ لیا کہ وہ رائج ہے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب وقت تبدیل ہوتا ہے تو بڑے بڑے مسائل آتے ہیں۔ دیکھیں! ٹی وی آگیا، کیا ہم اس کو روک پائے؟ وہ یہ کہتے ہیں کہ فتویٰ چلتا نہیں اور چیز اپنے قدم جمالیتی ہے۔ اور وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ کرپٹو کرنسی بھی رائج ہوکر رہے گی اور اگلا معاشی نظام کرپٹو کرنسی کی بنیاد پر ہوگا۔ اگر اس میں بعض سودی مسائل پیش آتے ہیں تو ہمیں اس کا حل نکالنا چاہیے۔ اب چونکہ مسلمانوں کی طرف سے حل نکالنے میں بہت دیر ہوچکی ہے، لہٰذا اُن حضرات کی رائے میں کرپٹو کرنسی کا استعمال جائز ہے۔ قارئین ملاحظہ کرسکتے ہیں کہ کرپٹو کرنسی، این ایف ٹی اور اس سے متعلقہ چیزوں کے بارے میں کس طرح سے معاشرے میں تشکیک پیدا ہوگئی ہے، لہٰذا اس مضمون میں پہلے ہم کرپٹو اثاثوں (کرپٹو کرنسی، ورچول کرنسی، این ایف ٹی، ٹوکن، ڈی سینٹرلائزڈ فنانس اور اس سے متعلقہ پروڈکٹس اور سروسز) سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کریں گے، کچھ مغالطوں کے جوابات پیش کریں گے اور پھر ہم آپ کے سامنے چند گزارشات رکھیں گے، تاکہ کرپٹو اثاثوں کی حقیقت واضح ہوجائے۔

اثاثے، ان کی ملکیت اور ان کا ریکارڈ

انسان کے اثاثے (assets) رکھنے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ان اثاثوں میں سواری، زیورات، درہم، دینار، کرنسی، سونا، زرعی اراضی، گھر، اس کے زیر استعمال چیزیں اور دیگر اجناس شامل ہیں۔ اثاثے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو کہ فن جیبل fungible ہوں اور دوسرے وہ جو کہ نون فن جیبل Non-fungible ہوں۔ فن جیبل اثاثے وہ ہوتے ہیں جو کہ ایک جیسے ہوتے ہیں اور اگر ان اثاثوں کی مقدار اور قسم ایک جیسی ہو تو آپس میں ان کا ردوبدل یا ایکسچینج آسانی سے ہوجاتا ہے، مثلاً معدنیات، دھاتیں (سونا، چاندی) اور کرنسی فن جیبل اثاثوں کے طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ اثاثے جیسے کہ ریئل اسٹیٹ (گھر، جائیداد وغیرہ)، ہیرا (ڈائمنڈ) یہ نون فن جیبل اثاثے شمار ہوتے ہیں۔ ان اثاثوں میں ہر ایک اثاثہ ایک خاص انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی قدر (ویلیو) اس کے ساتھ خاص طور پر مخصوص ہوتی ہے، مثلاً ایک ہیرا ایک خاص تراش کا ہوگا اور یہ کسی دوسرے ہیرے کے ساتھ تبدیل نہیں ہوسکتا، کیونکہ ہر ہیرا اپنی صفت میں ممتاز ہوتا ہے، اسی طرح سے اثاثے ڈیجیٹل بھی ہوسکتے ہیں، مثلاً ویڈیو، آڈیو، تصویر jpeg image، ڈاکومنٹ یا کرپٹوکرنسی اور یہ ڈیجیٹل اثاثے Intangible ہوتے ہیں، یعنی جو کہ Not physically present حسی طور پر موجود نہیں ہوتے۔

یہ اثاثے کسی ایک شخص کی ملکیت بھی ہوسکتے ہیں اور ان کو کئی اشخاص شراکت میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ نیز یہ اثاثے کسی کمپنی یا حکومتی ادارے کی ملکیت بھی ہوسکتے ہیں۔ زندگی میں ایسے کئی مواقع آتے ہیں جب ان اثاثوں کی ملکیت تبدیل ہوتی ہے۔ نیز ان اثاثوں کو خریدا اور بیچا بھی جاتا ہے، مگر اس کے لیے سب سے پہلے ان اثاثوں کی ملکیت کا تعین ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو علمِ وراثت (علم الفرائض) کے قانون کے تحت مرنے والے کے اثاثوں کو اس کے وارثین میں منتقل کردیا جاتا ہے[4]۔ اس کے ساتھ ساتھ بیع وشراکت کے لیے بھی ان اثاثوں کو منتقل کیا جاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اثاثوں کا باقاعدہ ایک ریکارڈ رکھا جاتا ہے، تاکہ اثاثوں کی خرید وفروخت ہوسکے، اثاثوں کی ملکیت کا تعین ہوسکے اور اسی کو کھاتہ (ledger) کہا جاتا ہے۔

صدیوں سے ان کھاتوں کو رجسٹرز پر، کاغذی کاپیوں پر محفوظ کیا جاتا رہا ہے اور رجسٹری جیسے محکمے کا باقاعدہ وجود ہوا ہے۔ پاکستان میں پٹواری کا باقاعدہ پورا نظام موجود تھا اور ابھی بھی کافی حد تک موجود ہے، جو کہ زرعی اراضی اور اجناس وغیرہ جیسے کھاتوں کے نظام کو سنبھالتا ہے۔ اسلام کے اندر بھی باقاعدہ طور پر اراضی سے متعلق احکامات موجود ہیں اور فقہاء کرام نے اس کے تفصیلی احکامات بیان فرمائے ہیں۔ نیز اراضی سے متعلق ریکارڈ مرتب کرنا اس لیے بھی ضروری ہے، تاکہ اس سے متعلق شرعی احکامات مثلاً عشر وخراج، اراضی اوقاف پر عمل ہوسکے۔[5] اس کے علاوہ پلاننگ کمیشن آف پاکستان بھی مختلف نوع کے اعداد وشمار (ڈیٹا) کو اکٹھا اور محفوظ

کرتا ہے، تاکہ حکومتی پالیسی کا اجرا میں معاون کا کردار ادا کرسکے۔ اس کے علاوہ پاکستان بیوروآف اسٹیٹ اسٹکس (شماریات) پورے پاکستان سے مردم شماری، قیمتوں کے اعداد وشمار اور اُن کا چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ اقتصاد، اور تجارت سے متعلق اعداد وشمار کو اکھٹا اور محفوظ کرتا ہے۔

کھاتے مختلف اقسام کے ہوسکتے ہیں، مثلاً ٹرانزیکشن لیجر Transaction Ledger، بیلنس لیجر Balance Ledger، عمومی لیجر General Ledger، سب لیجر Sub Ledger، سنگل Single Ledger یا ڈبل لیجر Double Ledger۔ لیجر (کھاتا) کسی بھی معاشی نظام کے دل کی طرح ہوتا ہے۔ کھاتوں کے اندر اخراجات، آمدنی، ملازموں کی تنخواہوں وغیرہ کو ریکارڈ (محفوظ) کیا جاتا ہے۔ ان مختلف اقسام کے کھاتوں کو ملاکر ایک بڑا کھاتہ بھی بنایا جاسکتا ہے اور اسی کو عمومی لیجر General Ledger کہا جاتا ہے۔ ٹرانزیکشن لیجر Transaction Ledger کے اندر معاملات، سودا یا لین دین کا کھاتہ رکھا جاتا ہے، جبکہ بیلنس لیجر Balance Ledger کے اندر دن کے آخر میں جمع اور نکالے گئے پیسوں کا اندراج ہوتا ہے۔ لیجر (کھاتوں) کی زبان میں اگر بات کی جائے تو بٹ کوائن ایک ٹرانزیکشن لیجر ہے، جبکہ ایتھریم ایک بیلنس لیجر ہے۔

کمپیوٹر کی ایجاد نے جہاں اور بہت ساری سہولیات فراہم کیں، وہیں پچھلی کچھ دہائیوں سے ان کھاتوں کو کمپیوٹر پر محفوظ کیا جانے لگا۔ اس کے لیے شروع میں مختلف سافٹ وئیرز -جنہیں word processing software spread sheets کہا جاتا ہے- کا استعمال ہونے لگا، مثلاً مائیکروسافٹ ورڈ MS Word یا مائیکروسافٹ ایکسل MS Excel۔ مگر ان میں مسائل یہ تھے کہ ڈیٹا یعنی اعداد وشمار کو باآسانی تبدیل کیا جاسکتا تھا، پھر بعد میں خصوصی سافٹ وئیر تیار کیے جانے لگے، جیسے MS Access Oracle MYSQL Mongo DB جن کی مدد کے ان کھاتوں کو محفوظ کیا جانے لگا اور ان کو ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم (dbms data base management system) کہا جاتا ہے۔ ان کھاتوں کو کمپیوٹر پر محفوظ کرنے سے کئی سہولتیں میسر آئیں، جن میں سب سے اہم مائیکروسیکنڈ کے اندر کروڑوں کے ریکارڈ میں سے اپنے مطلوبہ مواد تک باآسانی رسائی ہے اور نادرا اس کی جیتی جاگتی مثال ہے۔

پھر جیسے جیسے کمپیوٹر سائنس نے ترقی کی اور ایک سے زائد کمپیوٹر کو منسلک کرکے کمپیوٹر نیٹ ورک وجود میں آئے تو پھر یہ کھاتے مختلف کمپیوٹرز پر محفوظ کیے جانے لگے اور مختلف لوگ، مختلف جگہوں سے بیک وقت ان کھاتوں میں ردوبدل کرسکتے تھے، پھر انٹرنیٹ کی ایجاد نے اس پر چار چاند لگادیئے اور اب یہ کھاتے پوری دنیا میں کسی بھی جگہ سے رسائی کے قابل ہوئے۔ اس سے پھر ڈسٹری بیوٹڈ لیجر distributed ledger کا نظام وجود میں آیا، جس میں کھاتے کی کاپی ایک سے زیادہ جگہوں پر موجود ہوتی تھی اور ایک سینٹرل سرور central server یعنی ایک مرکزی کمپیوٹر ان تمام کھاتوں کے نظام کو چلاتا ہے۔ بات صرف اب یہاں پر نہیں رکی، بلکہ

کمپیوٹر سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ اب ان کھاتوں کو مختلف جگہوں پر رکھا جاتا ہے اور کئی لوگ بیک وقت اس تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور ریکارڈ میں ردوبدل بھی کرتے ہیں اور اس کے لیے سینٹرل سرور یعنی مرکزی کمپیوٹر کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ اسی کو تقسیم شدہ کھاتوں کا نظام یعنی ڈسٹری بیوٹڈ لیجر سسٹم (Distributed Ledger System DLT) یا بلاک چین blockchain کہا جاتا ہے اور اس کو پبلک بلاک چین یعنی عوامی کھاتہ بھی کہا جاتا ہے اور اسی ارتقاء کو ہم نے تصویر نمبر ا میں دکھایا ہے۔ آسان الفاظ میں بلاک چین ایک ایسے کمپیوٹر نظام کا نام ہے جس کے اندر کھاتوں کو ایک خاص طریقے سے محفوظ کیا جاتا ہے، جس کے اندر کوئی بھی آسانی کے ساتھ ردوبدل نہیں کرسکتا۔

تصویر نمبر ا: کھاتوں (ریکارڈ اور اعداد وشمار) کا کاغذی کاپیوں سے کمپیوٹر تک اور پھر کمپیوٹر نیٹ ورک سے بلاک چین تک کا ارتقائی سفر

❶	کھاتوں (اعداد وشمار اور ریکارڈ) کو رجسٹر اور کاغذی کاپیوں پر محفوظ کرنا
❷	کھاتوں (اعداد وشمار اور ریکارڈ) کو کمپیوٹر پر مائیکروسافٹ یا دیگر کمپنیوں کے سافٹ ویئر پر محفوظ کرنا
❸	کھاتوں (اعداد وشمار اور ریکارڈ) کو کمپیوٹر کے نیٹ ورک پر ڈیٹا بیس مینیجمنٹ سسٹم کے ذریعہ محفوظ کرنا اور اس نظام کو سینٹرل کمپیوٹر کے ذریعہ کنٹرول کرنا
❹	کھاتوں (اعداد وشمار اور ریکارڈ) کو کمپیوٹر کے نیٹ ورک پر بلاک چین کے ذریعہ محفوظ کرنا، جس کے اندر ہر کمپیوٹر پر تمام ریکارڈ موجود ہو، اور اس نظام کو سینٹرل کمپیوٹر کے بغیر کنٹرول کرنا

وفاق المدارس کے امتحانی نظم اور نتائج سے بلاک چین کے نظام کو سمجھنا

پاکستان میں اکیس ہزار چار سو باون کی تعداد میں مدارس ہیں، جو کہ وفاق المدارس سے رجسٹرڈ ہیں، ان میں ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار آٹھ سو تیرہ اساتذہ کرام جبکہ انتیس لاکھ اسی ہزار چھ سو ترانوے طلباء وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔[6] ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ان میں سے ہر مدرسے کے پاس اپنا ایک کمپیوٹر ہے، جس کی مدد سے وہ اپنے طلباء کا ریکارڈ محفوظ کرتے ہیں۔ یہ ریکارڈ داخلہ فارم سے لے کر درستگی وگمشدگیِ اسناد وغیرہ پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کے اندر نام طالبِ علم، ولدیت، تاریخِ پیدائش، شناختی کارڈ نمبر، پتہ، اور مدرسہ سے تصدیق وغیرہ جیسی معلومات پُر کرنی ہوتی ہیں۔ پھر یہ ریکارڈ مختلف مدارس وفاق المدارس کو مہیا کرتے ہیں، تاکہ وفاق المدارس طلباء کے امتحانات کا نظم بنا سکے، یعنی ان تمام مدارس کے طلباء کو امتحانی فارم پُر کرنا ہوتا ہے اور پھر وفاق المدارس میں وہ سارا ریکارڈ ایک کمپیوٹر پر محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کے لیے وفاق المدارس نے ایک آئن لائن داخلہ فارم مہیا کیا ہوا ہے، جس کو ہر طالب علم پُر کرے گا یا پھر کاغذی پُر شدہ امتحانی فارم اپنے مدرسے کے توسط

سے وہ وفاق المدارس کو ارسال کرے گا۔ دونوں ہی صورتوں میں وہ ریکارڈ وفاق المدارس اپنے کمپیوٹر میں محفوظ کرے گا اور احتیاطاً آفس میں کاغذی ریکارڈ بھی محفوظ رکھا جائے گا۔ وفاق المدارس کمپیوٹر پر اس ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے کسی عام سے سافٹ ویئر مثلاً MS Access,MS Excel یا کسی مضبوط ڈیٹا بیس مینجمینٹ سسٹم DBMS کا انتخاب کرے گا، مثلاً MySQL, MongoDB,mOracle ۔ اور پھر سالانہ امتحانات ہوجائیں گے اور جب امتحانی کا پیاں چیک ہوجائیں گی تو امتحانات کا نتیجہ عام کردیا جائے گا۔ اب اس امتحانی نتیجہ کو پورے پاکستان سے طلبائے کرام اور مدارس کے منتظمین انٹرنیٹ کی مدد سے اپنے ہی مدرسے، شہر سے گھر بیٹھے دیکھ سکتے ہیں۔ وہ چاہیں تو موبائل فون سے میسیج کر کے بھی اپنا مطلوبہ رول نمبر دے کر امتحانی نتیجہ معلوم کر سکتے ہیں۔ تو اس سارے امتحانی نظام اور نتائج کے نظام کو وفاق المدارس کے اندر کمپیوٹر پر سافٹ ویئر کی مدد سے محفوظ کیا جا رہا ہے اور اس قسم کے سافٹ ویئر کو ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم کہا جاتا ہے اور یہ سب کچھ ایک Centralized سینٹرلائزڈ طریقے یعنی وفاق المدارس میں موجود مرکزی کمپیوٹر سے انجام دیا جا رہا ہے۔

کمپیوٹر سائنس کے اندر ترقی نے جہاں اور بہت ساری آسانیاں پیدا کی ہیں، وہیں بہت سارے خطرات بھی پیدا ہو گئے ہیں، مثلاً خدانخواستہ کسی عالمی سائبر حملے cyber attack کی صورت میں وفاق المدارس میں محفوظ سارا ریکارڈ (رجسٹریشن، امتحانات ونتائج) ضائع یا تبدیل ہوسکتا ہے۔ نیز ایسا سائبر حملہ بھی ہوسکتا ہے جس میں وفاق المدارس میں موجود لوگوں کو پتہ ہی نہ ہو اور کئی سال پرانے ریکارڈ میں تبدیلی کر لی گئی ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ سائبر حملے کی صورت میں جس دن وفاق المدارس نے اعلان کیا ہو کہ وہ سالانہ نتائج کا اعلان کرے گا، اس دن ڈینائیل آف سروس اٹیک (Denial of Service Attack DoS) کی وجہ سے وفاق المدارس کے کمپیوٹر کام کرنا چھوڑ دیں اور پورے پاکستان میں موجود طلباء اور مدارس کو مشکل پیش آئے۔ یہ تو ہم نے عام سی مثال پیش کی ہے، مگر اس کی سنگینی کا اندازہ وہ ممالک بخوبی کر سکتے ہیں، جہاں پر سارا نظام ہی کمپیوٹر کے نیٹ ورک کے مرہونِ منت ہے۔ انہی تمام معاملات کو دیکھتے ہوئے کمپیوٹر سائنس کے محققین ہمیشہ اس بات کی کوشش میں سرگرداں رہتے ہیں کہ کیسے کمپیوٹر نیٹ ورک زیادہ سے زیادہ مؤثر اور محفوظ ہوں۔ اسی تناظر میں کمپیوٹر سائنس دانوں نے ایک طریقہ ڈھونڈا، جس کو بلاک چین ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے، جس کی مدد سے ہم اس طرح کے ریکارڈ کو محفوظ بنا سکتے ہیں۔

اب اگر وفاق المدارس اپنے سارے ریکارڈ کو بلاک چین پر محفوظ بنانے کی صورت بناتا ہے تو اس صورت میں یہ سارا ریکارڈ ایک بلاک چین میں محفوظ ہوگا اور اس سارے ریکارڈ کی مکمل کاپی ہر مدرسے کے پاس محفوظ ہوگی۔ اور کوئی بھی مدرسہ اس ریکارڈ میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کر سکتا، جب تک ایک معتد بہ تعداد جو کہ ۵۱ فیصد مدارس کی تعداد سے زیادہ ہونی چاہیے، جو کہ تقریباً دس ہزار مدارس سے زیادہ بنتی ہے، جب تک کہ اس

تبدیلی کو تسلیم approve and validate نہ کرلیں۔ اب اس صورت میں خدانخواستہ کوئی بھی سائبر حملہ ہوتا ہے تو یہ ریکارڈ وفاق المدارس کے ایک کمپیوٹر پر محفوظ ہونے کے بجائے پورے پاکستان کے تمام مدارس کے کمپیوٹرز پر محفوظ ہوگا اور سائبر حملہ کرنے والوں کو پاکستان کے تمام مدارس کے تمام کمپیوٹرز پر جا کر وہ ریکارڈ تبدیل کرنا ہوگا جو کہ تقریباً ناممکن ہے، کیونکہ یہ مدارس پاکستان کے طول و بلد میں ہر جگہ موجود ہیں اور اتنی بڑی تعداد میں ان تمام کمپیوٹرز پر تبدیلی کرنا بہت مشکل ہے۔ اس طرح کے نظام کے اندر وفاق المدارس کے تمام ریکارڈ ایک پبلک بلاک چین کی مدد سے عوامی سطح پر publicly موجود ہوگا اور جو چاہے جب چاہے اس کو دیکھ سکے گا اور اسی وجہ سے یہ سارا نظام آڈٹ میں بھی آسانی فراہم کرے گا اور اس میں شفافیت بھی ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ ریکارڈ اتنا محفوظ ہوگا کہ اس کے اندر ایک نکتے کی بھی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ اور اگر کوئی تبدیلی مقصود بھی ہوگی (مثلاً ایک طالب علم کے نتائج پیپر کی ری چیکنگ کے بعد تبدیل کرنے ہیں) تو وہ سب ریکارڈ بھی محفوظ ہوگا۔ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بلاک چین ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جس کی مدد سے ہم ریکارڈ کو محفوظ بناتے ہیں، گو کہ موجودہ اور مروجہ کمپیوٹر پر ریکارڈ محفوظ کرنے کے طریقوں کے مقابلے میں بلاک چین کے اپنے کچھ فائدے اور نقصانات ہیں، مگر یہ بہت زبردست ٹیکنالوجی ہے، جس کو دنیا بھر میں بہت زیادہ پذیرائی مل رہی ہے۔

اس وفاق المدارس کی مثال کو ہم ایک اور تناظر میں بھی دیکھ سکتے ہیں جس کو کمپیوٹر سائنس کی زبان میں سینٹرلائزڈ - مرکزیت Centralized اور ڈی سینٹرلائزڈ - لامرکزیت De-Centralized بھی کہا جاتا ہے۔ وفاق المدارس کے پاس جب ایک سینٹرل کمپیوٹر یعنی مرکزی کمپیوٹر server ہے اور اس کی مدد سے وہ تمام مدارس کے کمپیوٹرز کو کنٹرول کررہے ہیں یا ان کو معلومات پہنچا رہے ہیں یا آسان الفاظ میں facilitate کررہے ہیں تو یہ سینٹرلائزڈ یعنی مرکزی سسٹم کہلائے گا اور اس کے لیے وہ ڈیٹا بیس مینجمنٹ سسٹم کا استعمال کریں گے۔ اس کو اگر ہم بینکنگ سسٹم کے حوالے سے دیکھیں تو بینکنگ سسٹم ایک سینٹرلائزڈ سسٹم ہے، کیونکہ اس کے اندر ایک سینٹرل بینک یا حکومت کی مرکزیت ہے اور وہی اس پورے معاشی نظام کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے پاس ڈی سینٹرلائزڈ سسٹم ہوتے ہیں، جن کے اندر کوئی بھی مرکزی کمپیوٹر نہیں ہوتا اور ہر کمپیوٹر خود مختار ہوتا ہے کہ جس کمپیوٹر سے چاہے مواصلاتی رابطہ قائم کرے۔ وفاق المدارس کے امتحانی نظام کو جب ہم بلاک چین کے ذریعے سے قائم کریں گے تو ہر مدرسے کے پاس تمام مدارس کا یعنی پورے وفاق المدارس کا ریکارڈ موجود ہوگا اور وفاق المدارس کا مرکزی کمپیوٹر ان تمام مدارس کے کمپیوٹرز کو کنٹرول نہیں کررہا ہوگا۔ اس نظام کو اگر بینکنگ سسٹم کے تناظر میں دیکھیں تو یہ سمجھیں کہ کسی ملک میں کئی بینک موجود ہیں، مگر نہ ہی کوئی حکومت ہے اور نہ ہی کوئی سینٹرل بینک ہے جو کہ ان بینکوں کے نظام کو کنٹرول کرسکے یا ریگولیٹ کرسکے۔ تو خلاصہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلاک چین ہمیں مرکزی سسٹم یعنی سینٹرلائزڈ سسٹم سے ہٹا کر غیر مرکزی نظام یعنی ڈی

سینٹرلائزڈ سسٹم کی طرف لے جاتا ہے۔

کیا بلاک چین ٹیکنالوجی کا استعمال جائز ہے؟

مفتیانِ کرام یہ فرماتے ہیں کہ: بلاک چین ٹیکنالوجی کو سیکھنا اور اس کا استعمال عمومی طور پر جائز ہے، جیسے ہم نے مثال کے ذریعے سے آپ کو بتایا کہ یہ بلاک چین ٹیکنالوجی وفاق المدارس کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے بھی استعمال ہوسکتی ہے، نیز اگر کوئی چاہے تو ناجائز کاموں کی تفصیلات محفوظ کرنے کے لیے بھی اس کو استعمال کرسکتا ہے، جیسے شراب کی فیکٹریوں میں بننے والی شراب کا ریکارڈ رکھنے کے لیے یا انشورنس کا ریکارڈ رکھنے کے لیے وغیرہ، تو علمائے کرام یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اگر کچھ لوگ بلاک چین ٹیکنالوجی کا استعمال غلط قسم کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے کررہے ہیں تو ہم مطلقاً بلاک چین ٹیکنالوجی کو ہی ناجائز قرار نہیں دیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ہم DBMS کو یا کمپیوٹر کو ناجائز قرار دے دیں، کیونکہ اس کو بھی ناجائز کاموں کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یا کوئی چھری کو ہی مطلقاً ناجائز قرار دے دے، کیونکہ اس سے کوئی ناحق قتل بھی کرسکتا ہے۔ بس ہماری گزارش یہ ہوگی کہ اگر آپ بلاک چین ٹیکنالوجی کا استعمال کسی خاص سیکٹر میں کرنا چاہتے ہیں تو مفتیانِ کرام سے رجوع کریں، تاکہ وہ آپ کو اس کے شرعی استعمال کے متعلق احکامات بتاسکیں۔

بلاک چین (blockchain) ٹیکنالوجی کیا ہے؟

بلاک چین ایک ایسی کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا نام ہے جس کی مدد سے ہم ایک کمپیوٹر نیٹ ورک پر ریکارڈ کو محفوظ کرتے ہیں، جس کی تعریف کچھ اس طرح سے ہوگی: ''بلاک چین ایک ایسا ڈیٹا اسٹرکچر یعنی ڈیٹا محفوظ کرنے کا طریقہ کار ہے، جس کے اندر ایک مرتبہ ریکارڈ اگر بلاک چین میں محفوظ کردیا گیا تو پھر اس کے اندر تبدیلی نہیں لائی جاسکتی، شامل کیے گئے ریکارڈ کو صرف پڑھا جاسکتا ہے اور نیا ڈیٹا ہمیشہ بلاک چین کے آخر میں شامل کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بلاک چین ایک بہت زیادہ غیر تغیر قسم کا ریکارڈ محفوظ کرنے کا نظام مہیا کرتا ہے۔''

اس کے علاوہ ایک خصوصیت بلاک چین کی یہ ہے کہ اس کے اندر اگر کوئی شخص ایک نقطے کی بھی تبدیلی کی کوشش کرتا ہے تو وہ بآسانی ٹریس کی جاسکتی ہے اور یہی وہ ایک خصوصیت ہے جس کی وجہ سے بلاک چین بہت زیادہ مشہور ہے۔ نیز بلاک چین کے ذریعے سے بننے والے نظام کے اندر ہم اس بات کی بھی کھوج لگا سکتے ہیں کہ کس ٹرانزیکشن کی ابتدا کہاں سے ہوئی تھی؟ اور پھر وہ کن کن لوگوں کے ذریعے سے ہوتے ہوئے آگے گئی، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آڈٹ کے پراسس کے اندر بہت آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔

بلاک چین ٹیکنالوجی کا سب سے پہلا استعمال ایک کرپٹوکرنسی (بٹ کوائن) کو بنانے کے لیے کیا گیا۔ بٹ کوائن کو سن ۲۰۰۸ء میں ساتوشی ناکاموٹو Satoshi Nakamoto نے اپنے وائٹ پیپر میں سب

سے پہلی مرتبہ تعارف کروایا اور سن ۲۰۰۹ء میں بٹ کوائن کا لیجر وجود میں آیا۔[8,7] بٹ کوائن نے اس بلاک چین ٹیکنالوجی کی افادیت کو پوری دنیا کے سامنے رکھا اور چونکہ بلاک چین ٹیکنالوجی کا یہ ایک معاشی استعمال تھا، لہٰذا کمپیوٹر سائنسدانوں نے خوب اس نظام کی جانچ کی کہ کہیں اس میں کوئی سقم نہ ہو۔

بٹ کوائن چونکہ ایک اہم کرپٹوکرنسی ہے اور اس کے اندر پیسے کے اہم معاملات کا ریکارڈ محفوظ رکھنا تھا تو بلاک چین ٹیکنالوجی کے اندر اتنی انتظامی استطاعت، جدت اور محفوظ طریقہ اپنایا گیا اور اس کے نظام کو پرکھا گیا کہ کہیں اس میں کوئی خرابی تو نہیں۔ اس بلاک چین کے بٹ کوائن کے استعمال نے جہاں دنیا کے کمپیوٹر سائنسدانوں اور محققین کو اس بات کی گارنٹی دی کہ بلاک چین میں بہت ساری افادیت ہے، وہیں کچھ لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ شاید بلاک چین اور کرپٹوکرنسی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلاک چین کا پہلا استعمال کرپٹوکرنسی کے ریکارڈ کو محفوظ بنانے کے لیے کیا گیا تھا، پھر اس ٹیکنالوجی کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اس کو زندگی کے ہر شعبے میں استعمال کیا جانے لگا ہے۔[9] تو ہم عمومی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ بلاک چین ٹیکنالوجی کا استعمال کرپٹوکرنسی میں پانچ فیصد سے بھی کم ہوگا اور اس کے بالمقابل زندگی کی مختلف شعبہ جات میں اس کا کثیر استعمال ہے، جس میں آپ جہاں جہاں آج کل کمپیوٹر کو ریکارڈ محفوظ کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں، وہاں پر بلاک چین متبادل کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہے، مگر اس ٹیکنالوجی کو پوری طرح اپنانے میں کچھ سال لگیں گے۔

بلاک چین ٹیکنالوجی کے کام کا طریقہ کار، مروجہ بینکنگ کا نظام اور مائننگ

تصویر نمبر ۲: بینک کے نظام سے پیسے بھیجنے کا طریقہ کار

۱: زید: پیسے بھیجنے والا
۲: زید کے بینک کا لیجر (کھاتہ) اور زید کا بینک
۳: سینٹرل بینک کا لیجر (کھاتہ)، سینٹرل بینک
۴: بکر کے بینک کا لیجر (کھاتہ)، بکر کا بینک
۵: بکر، پیسے وصول کرنے والا

❶	زید اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کرے گا اور پھر اپنے بینک سے کہے گا کہ ۱۰۰۰ روپے بکر کو بھیج دیئے جائیں۔
❷	زید کا بینک پہلے چیک کرے گا کہ زید کے پاس بینک میں اتنے پیسے بھی ہیں؟ اگر ہیں تو پھر وہ اپنے پاس کھاتے میں اپ ڈیٹ کرے گا کہ ۱۰۰۰ روپے زید کے بینک اکاؤنٹ میں سے نکال دیئے جائیں، پھر وہ بکر کے بینک کو بتائے گا کہ بکر کو ۱۰۰۰ روپے زید کی طرف سے وصول ہوئے ہیں۔
❸	سینٹرل بینک کا کام یہ ہوگا کہ وہ اس بات کا انتظار کرے کہ دونوں بینک یہ تبادلہ کر رہے ہیں اور اس میں کہیں کوئی کمی کوتاہی تو نہیں۔

4	بکر کے بینک کو جب زید کے بینک کی طرف سے کہا جائے گا کہ بکر کو ۱۰۰۰ روپے ملے ہیں تو وہ اپنے کھاتے میں بکر کے اکاؤنٹ میں ۱۰۰۰ روپے کی انٹری ڈال دے گا۔
5	بکر جب اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کرے گا تو اس کو وہ ۱۰۰۰ روپے اپنے بینک اکاؤنٹ میں موصول ہوئے نظر آئیں گے۔

تصویر نمبر:۲ کے اندر قارئین مثال کے ذریعے سے سمجھ سکتے ہیں کہ بینک کے نظام کے تحت زید اگر بکر کو پیسے بھیجے گا تو کس طریقے سے زید اور بکر کے بینک اپنے کھاتوں (ڈیٹا بیس سسٹم) میں پیسوں کی نقل و حرکت کو اپ ڈیٹ یعنی اس میں اندراج کریں گے۔اب اگر کسی وجہ سے زید کے بھیجے ہوئے پیسے بکر کو منتقل نہیں ہوتے تو سینٹرل بینک کے پاس شکایت جائے گی اور وہ اس پیسوں کے بھیجنے کے عمل کو شفاف بنائے گا، یعنی سینٹرل بینک کا کام ایک حکومتی ریگولیٹر اور صارف کو تحفظ فراہم کرنے والے کا ہوگا۔

قارئین! اسی تصویر نمبر:۲ کے تحت آپ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ جب زید اپنے کمپیوٹر یا موبائل فون سے اپنے بینک اکاؤنٹ تک رسائی کرتا ہے تو اس کے کمپیوٹر یا موبائل فون میں ۱۰۰۰ روپے حسی طور پر موجود نہیں ہوتے، بلکہ زید اپنے بینک کے کھاتے تک رسائی کرتا ہے، جس کے اندر یہ لکھا ہوا ہے کہ زید کے پاس ۱۰۰۰ روپے موجود ہیں۔ زید کو اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کے لیے ایک یوزر نیم (نام) user name اور پاس ورڈ (خفیہ کوڈ) password دیا جائے گا اور وہ خود بھی رکھ سکتا ہے۔اب اس یوزر نیم اور پاس ورڈ کی مدد سے زید اپنے بینک اکاؤنٹ تک رسائی کرسکتا ہے۔ یہ رسائی موبائل فون کی ایپلیکیشن Mobile Phone Application کی مدد سے بھی ہوسکتی ہے، بینک کی ویب سائٹ website کے ذریعے سے بھی ہوسکتی ہے، اے ٹی ایم کارڈ ATM Card کی مدد سے اے ٹی ایم مشین ATM Machine سے بھی ہوسکتی ہے۔اس کے ساتھ زید دنیا کے کسی کونے سے اپنے یوزر نیم اور پاس ورڈ کی مدد سے اپنے اکاؤنٹ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔غرض یہ یوزر نیم اور پاس ورڈ زید کو یہ گارنٹی دے گا کہ وہ بحفاظت اپنے اکاؤنٹ تک رسائی حاصل کرلے۔زید کا یوزر نیم پبلک ہوسکتا ہے، یعنی کوئی بھی اس کو جان سکتا ہے، مگر زید کا پاس ورڈ خفیہ ہونا چاہیے اور صرف اسی کو معلوم ہونا چاہیے، اگر وہ کسی اور کو معلوم ہوگیا تو کوئی بھی اس کے اکاؤنٹ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

جب زید اپنے بینک سے درخواست کرتا ہے کہ بکر کو ۱۰۰۰ روپے بھیج دیئے جائیں تو زید کا بینک اپنے کھاتے کو اَپ ڈیٹ کرتا ہے اور اس کھاتے میں سے زید کے اکاؤنٹ میں سے ۱۰۰۰ روپے منہا کردیتا ہے۔ یہاں پر یہ ذہن میں رہے کہ جب زید نے اپنے موبائل فون یا کمپیوٹر سے اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کی تو اُس نے ایک ٹرانزیکشن Transaction کی اور یہ ٹرانزیکشن ۱۰۰۰ روپے کی تھی اور اس ٹرانزیکشن کے اندر وہ اپنے بینک سے یہ کہہ رہا ہے کہ میرے اکاؤنٹ سے ۱۰۰۰ روپے نکال کر بکر (جس کا اکاؤنٹ نمبر زید نے اپنے بینک

کو ٹرانزیکشن میں لکھ کر دیا ہے) کو دے دیئے جائیں۔ کمپیوٹر کی زبان میں ایک کمانڈ command زید کے موبائل فون یا کمپیوٹر نے بنائی ہے اور اسی کو ہم ٹرانزیکشن کہتے ہیں اور وہ زید کے مرکزی کمپیوٹر یعنی central server تک گئی، پھر زید کا بینک بکر کے بینک کو کہتا ہے کہ بکر کو ۱۰۰۰ روپے بھیجے گئے ہیں اور پھر بکر کا بینک اپنے کھاتے میں اندراج کر لیتا ہے کہ بکر کے پاس اب ۱۰۰۰ روپے ہیں۔

یہاں پر بھی جب بکر اپنے اکاؤنٹ تک رسائی کرے گا تو وہ اصل میں اپنے کھاتے تک رسائی کرے گا، ۱۰۰۰ روپے حسی طور پر اس کے کمپیوٹر یا موبائل فون میں موجود نہ ہوں گے۔ تو اصل میں اس سارے بینک کے نظام میں پیسوں کی منتقلی کھاتوں کے اندراج میں تبدیلی کے تحت ہو رہی ہے اور ایسا قطعی طور پر نہیں ہو رہا کہ ۱۰۰۰ روپے زید کے موبائل فون سے اُٹھ کر بکر کے موبائل فون میں جا رہے ہیں۔ پھر لازمی بات ہے کہ دن کے آخر میں یا مہینے کے آخر میں تمام بینک باقاعدہ کاغذی نوٹوں کی منتقلی بھی کرتے ہوں۔

اب اس مثال کے ذریعے سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ زید اور بکر دونوں ہی بینک پر بھروسہ trust کرتے ہیں اور یہی وہ بھروسہ ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم سارا لین دین کرتے ہیں۔ بلاک چین کے اندر ہم اس بینک کو- جسے ہم تھرڈ پارٹی Third party or intermediary یا ایک طرح سے ضامن بھی کہتے ہیں- ہٹا رہے ہیں اور اجتماعی بھروسہ اس کے بغیر پیدا کر رہے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1] State Bank of Pakistan(SBP(Annual Report in Urdu, https://www.sbp.org.pk/reports/annual /arFY21/Urdu/Complete.pdf

[2]SBP Annual Report, https://www.sbp.org.pk/reports/stat_reviews/Bulletin/2021/Sep /Domestic%20 and %20 External%20Debt.pdf

[3] BBC News on Pakistan's debt, https://www.bbc.com/urdu/pakistan-56122186

[4] مفتی محمد نعیم میمن صاحب دامت برکاتہم، آسان احکامِ میراث، رحمانی پبلیکشنز، کراچی، پاکستان، سن ۲۰۲۲ء

[5] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، القول الماضی فی احکام الاراضی، اسلام کا نظامِ اراضی، عشر وخروج کے احکام اور فتوح الہند، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان

[6] وفاق المدارس العربیہ پاکستان http://www.wifaqulmadaris.org/pages/introduction.php

[7] S. Nakamoto, Bitcoin: A Peer-to-Peer Electronic Cash System, Dec. 2018[,online] Available: http://bitcoin.org/bitcoin.pdf

[8]F.Tschorsch and B. Scheuermann,"Bitcoin and Beyond: A Technical Survey on Decentralized Digital Currencies,"in IEEE Communications SurveysTutorials, vol. 18,no. 3,pp. 2084-2123,thirdquarter 2016.

[9]M. S. Ali, M. Vecchio, M. Pincheira, K. Dolui, F. Antonelli and M. H. Rehmani",Applications of Blockchains in the Internet of Things: A Comprehensive Survey",in IEEE Communications Surveys Tutorials, vol. 21,no. 2,pp. 1676-1717,Secondquarter 2019.

(جاری ہے)

.....❁.....❁.....❁.....

شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسمؒ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفیٰ

حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی قدس سرہٗ کے شاگرد وخلیفہ مجاز، دار العلوم کبیر والا کے فاضل، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سابق رکن مجلسِ عاملہ، حضرت سید نفیس شاہ الحسینیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم کے مسترشد ومجاز، جامعہ خالد بن ولیدؓ ٹھنگی کالونی، ضلع وہاڑی کے بانی وشیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد قاسم کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۱۲؍صفر المظفر مطابق ۹؍ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعہ ۷۹؍سال کی عمر میں راہیِ عالمِ آخرت ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطی وکل شيء عندہٗ بأجل مسمی.

مولانا ظفر احمد قاسم کبیر والا کے علاقہ موضع کرم پور بستی ککڑ ہٹہ کے رہائشی جناب میاں حافظ عبد الحق صاحب قوم سیال کے ہاں ۱۹۴۵ء کے اواخر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ آپ کے والدین بچپن میں فوت ہوگئے تھے، آپ اپنے علاقہ سے صبح دودھ لاکر کبیر والا شہر میں دکانوں پر دیتے اور دن بھر دار العلوم کبیر والا میں تعلیم حاصل کرتے اور شام کو دکانوں سے دودھ کے برتن لیتے ہوئے گھر واپس لوٹتے، اس طرح جفاکشی کرکے دینی تعلیم حاصل کی۔ روزانہ کا تقریباً بیس کلومیٹر سفر بنتا تھا۔

آپ کے اساتذہ میں دار العلوم دیو بند کے سابق استاذ اور دار العلوم کبیر والا کے بانی حضرت مولانا عبد الخالق، حضرت مولانا منظور الحق، حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی، حضرت مولانا ظہور الحق، حضرت مولانا علی محمد اور حضرت مولانا صوفی سرور رحمہم اللہ تعالیٰ شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی، آپ مطالعہ کا بہت زیادہ ذوق رکھتے تھے، بیشتر علوم آپ کو مستحضر تھے، صرف ونحو کے ماہر تھے، اکثر احادیثِ نبویہ کے متون آپ کو اَز بر تھے جو نوکِ زبان پر رہتے تھے، تفسیر اور فقہ کا بھی خاص ذوق تھا۔ اسلاف کے سوانح اور حالات میں دلچسپی تھی، مشائخ کے حالات وواقعات اور ملفوظات سنانے بیٹھتے تو گھنٹوں بیت جاتے، زبان میں سلاست تھی، فصاحت وبلاغت سے مالامال تھے، آپ تدریس وتقریر دونوں

میں لاجواب تھے، تقریباً ۵۸ سال آپ نے درس وتدریس کی۔ فراغت کے بعد مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانیؒ کے مدرسہ میں آٹھ سال تک تدریس کی، ایک ایک دن میں اٹھارہ اسباق پڑھاتے تھے، پھر اپنی مادرِ علمی دارالعلوم کبیر والا تشریف لائے، تدریس کے ساتھ ساتھ اس کی تعمیر وترقی میں بھی بھرپور حصہ لیا، آپ ہی کی کوششوں سے کئی درس گاہیں تعمیر ہوئیں، یہاں بھی آٹھ سال تک رہے، کچھ عرصہ شورکوٹ میں تدریس کی، غالباً ۱۹۸۵ء میں جامعہ خالد بن ولیدؓ ٹھینگی، ضلع وہاڑی کی بنیاد رکھی اور تادمِ وصال وہیں رہے۔ آپ کو صفائی ستھرائی اور تعمیر وترقی کا عمدہ ذوق تھا۔ آپ کا تعلق پاکستان بھر کے ہر طبقہ سے رہا، علاقہ کے انتظامی افسران سے لے کر وزراء اور صاحبانِ اقتدار واختیار سے محبت کا تعلق رہتا۔ آپ جس چیز کو حق سمجھتے بانگِ دہل اس کا اظہار واعلان کرتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی حسنات کو قبول فرمائے، سیئات کو مبدل بہ حسنات بنائے، آپ کے ادارہ کو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور جنت الفردوس کا مکین بنائے، آمین

مولانا قاری شیرِ خدا کے والد صاحبؒ کا انتقال

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذ وشعبہ حفظ کے معاون نگران مولانا قاری شیر خدا صاحب کے والد محترم اور مولانا شیر محمد صاحب (نگران شعبہ تعمیرات) کے چچا محترم جناب جمعہ خان صاحب چترالی کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۲۲ رصفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹ رستمبر بروز پیر اس دنیائے رنگ وبو کی ۹۰ ربہاریں گزارنے کے بعد مسافرِ آخرت ہوگئے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، إن للہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شيء عندہٗ بأجلٍ مسمّٰی.

قاری صاحب کے والد مکرمؒ چترال کے ایک گاؤں میں رہتے تھے، آپ شعبۂ زراعت کے ساتھ ساتھ اپنے گاؤں کی مسجد میں تقریباً ۵۲ رسال امام رہے۔ ۲۰۱۸ء میں قاری صاحب انہیں کراچی لائے، وہ بیمار رہتے تھے، قاری صاحب اُن کے علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ ہر وقت اُن کی خدمت کے لیے حاضر باش رہتے تھے، کراچی سے باہر کسی سفر پر آنا جانا بالکل بند کردیا تھا، تاکہ والد صاحب کی خدمت کرسکیں۔ قاری صاحب کے پاس کراچی میں ہی اُن کا انتقال ہوا۔ ۲۲ رصفر بروز پیر بعد نمازِ ظہر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ان کی نمازِ جنازہ کی امامت جامعہ کے ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا امداد اللہ صاحب نے کرائی اور ڈالمیا قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آپ کی اولاد کو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور آپ کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ ماہنامہ بینات کے باتوفیق قارئین سے ان حضراتِ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

بارہ ربیع الاول میں خیرات اور محفلِ نعت منعقد کرنے کی شرعی حیثیت

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

بندہ بارہ ربیع الاول کو خیرات اور محفلِ نعت منعقد کروانا چاہتا ہے، شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

چار محترم مہینے کونسے ہیں؟ اور محترم ہونے کا مطلب کیا ہے؟

مستفتی: محمد شکیل

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

۱:- واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعثت' اُمتِ محمدیہ کے لیے رحمت وسعادت کا ذریعہ ہے اور اس نعمت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، بلکہ مؤمن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نہ ہو، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور سیرتِ مبارکہ کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور افضل الاذکار ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت واحوال، فضائل ومناقب اور حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشے اُجاگر کرنا، اس پر بیان وتقریر کرنا، اور آپ کی مدح سرائی کرنا کارِثواب ہے، لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ سنت وشریعت کے مطابق ہو، لیکن مروجہ محافلِ میلاد اور محافلِ نعت جس نوعیت سے منعقد کی جاتی ہیں، اس کا وجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے میں نہیں تھا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بارہ ربیع الاول یا کسی بھی دن کی تعیین کو لازم یا باعثِ ثواب سمجھ کر محفلِ نعت منعقد کرنا، اور اسی طرح کسی بھی دن کی تعیین کو لازم یا باعثِ ثواب سمجھ کر اس میں فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانا اور خیرات وغیرہ کرنا، کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے بدعت میں شمار کیا

ہے، لہٰذا ایسی محافلِ نعت منعقد کرنے اور خیرات وغیرہ کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ ''المدخل لابن الحاج'' میں ہے:

''ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذٰلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من مولد وقد احتوى علٰى بدع ومحرمات جملة .... وعمل طعامًا فقط ونوى به المولد ودعا إليه الإخوان وسلم من كل ما تقدم ذكرهٗ فهو بدعة بنفس نيتهٖ فقط، إذ أن ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين، واتباع السلف أولٰى بل أوجب من أن يزيد نية مخالفة لما كانوا عليه، لأنهم أشد الناس اتباعًا لسنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وتعظيمًا لهٗ ولسنته -صلى الله عليه وسلم- ولهم قدم السبق في المبادرة إلى ذٰلك ولم ينقل عن أحد منهم أنهٗ نوى المولد ونحن لهم تبع فيسعنا ما وسعهم.''

(المدخل لابن الحاج، فصل في مولد النبيؐ، ج: ۲، ص: ۲، ۱۰، ط: دار التراث)

البتہ اگر کسی خاص دن یا مہینے کی تعیین کو لازم یا باعثِ ثواب سمجھے بغیر کوئی ایسی محفل منعقد کی جائے جس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کی جائے اور بدعات سے بچتے ہوئے نعت خوانی کا اہتمام کیا جائے تو ایسی محافل منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا بڑی سعادت کی بات ہے، اور اسی طرح ایسے مواقع پر اگر کسی کی طرف سے شرکاء کے لیے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا جائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

۲:- واضح رہے کہ ماہِ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب وہ مہینے ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرمت والے مہینے قرار دیا ہے، ان مہینوں کو حرمت والا اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام سے جو فتنہ وفساد، قتل وغارت اور امن وسکون کی خرابی کا باعث ہو، بالخصوص منع فرمایا گیا ہے۔ اور ان مہینوں کی حرمت وفضیلت کسی اہم واقعہ یا سانحہ کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اشہرِ حرم کو ابتدائے آفرینش سے ہی اس اعزاز و اکرام سے نوازا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔'' (سورۃ التوبۃ:۳۶)

ترجمہ: ''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں، جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں۔'' (بیان القرآن)

پس اسی وجہ سے بعثتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے قبل دورِ جاہلیت میں بھی ان چار مہینوں کا بے حد ادب و احترام کیا جاتا تھا اور عرب اپنی بدویانہ زندگی کی وجہ سے لوٹ مار، فتنہ فساد اور ڈاکہ زنی جیسی عادتوں کے خوگر ہونے کے باجود ان ایام میں اپنی تمام سرگرمیاں موقوف کردیتے تھے اور ہر طرف امن و امان، صلح و آشتی کا دور دورہ ہوجاتا تھا۔ بعثتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اسلام نے بھی ان مہینوں کی حرمت وعظمت کے تصور کو باقی رکھا اور ہر قسم کی انسانیت دشمن سرگرمیاں حرام قرار دے کر ان مہینوں کو امن کا گہوارہ بنانے کا حکم دیا۔

''تفسیر الخازن'' میں ہے:

''وإنما سميت حرمًا لأن العرب في الجاهلية كانت تعظمها وتحرم فيها القتال، حتىٰ لو أن أحدهم لقي قاتلَ أبيه وابنه وأخيه في هٰذه الأربعة الأشهر لم يهجه، ولما جاء الإسلام لم يزدها إلا حرمةً وتعظيمًا، ولأن الحسنات والطاعات فيها تتضاعف، وكذٰلك السيئات أيضًا أشد من غيرها، فلا يجوز انتهاك حرمة الأشهر الحرم.''

(تفسير الخازن، [سورة التوبة : ٣٦]، ج:٢، ص:٣٥٧، ط: دار الكتب العلمية)

ترجمہ: ''یعنی ان کا نام حرمت والے مہینے اس لیے پڑ گیا کہ عرب دورِ جاہلیت میں ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ان میں لڑائی جھگڑے کو حرام سمجھتے تھے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی کے قاتل کو بھی پاتا تو اس پر بھی حملہ نہ کرتا۔ اسلام نے ان کی عزت واحترام کو اور بڑھایا۔ نیز ان مہینوں میں نیک اعمال اور طاعتیں ثواب کے اعتبار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ اسی طرح ان میں برائیوں کا گناہ دوسرے دنوں کی برائیوں سے سخت ہے، لہٰذا ان مہینوں کی حرمت توڑنا جائز نہیں۔''

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد انعام الحق	محمد احمد بلتی
الجواب صحیح		دارالافتاء
محمد شفیق عارف		جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....